ماہنامہ

انصار اللہ

کلام الامام

اِسْمَعُوا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِیْحُ جَآءَ الْمَسِیْحُ
نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
آسماں بارد نشاں اَلوقت مے گوئید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بے قرار

ایڈیٹر:
نصراللہ خاں ناصر

امان ۱۳۸۱ ھش
مارچ ۲۰۰۲ء

احمدی انصار کی تربیت کے لئے
ماہنامہ انصاراللہ
ایڈیٹر: نصراللہ خاں ناصر

امان ۱۳۸۱ ھش - مارچ ۲۰۰۲ء
جلد نمبر ------------------- ۴۳
شمارہ نمبر ------------------- ۳

نائبین: پروفیسر محمد اسلم صابر، جاوید احمد جاوید، ریاض محمود باجوہ

اس شمارہ میں

☆☆☆☆☆

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصاراللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
ڈیزائن وکمپوزنگ: صداقت احمد محمود

شرح چندہ (پاکستان)
سالانہ ------------------- ایک سو روپے
قیمت فی پرچہ ------------------- دس روپے

اداریہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا مقصد

خالص اور چمکتی ہوئی توحید کا دوبارہ قیام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی آمد احیاءِ دین کے لئے مقدر تھی- اس کا انحصار قیام شریعت پر ہے - جب لوجہ اللہ اس راہ محبت کو اختیار کیا جائے گا تو یقیناً ربّ کریم سے محبت اور اخلاص کا تعلق بھی قائم ہوگا اور یہی قربِ الٰہی کا قریبی راستہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

ع کوئی راہ نزدیک تر راہ محبت سے نہیں

یہی وہ غرض تھی جس کے لئے حضرت اقدسؑ تشریف لائے کہ خدا اور اس کی مخلوق میں رشتہ قائم ہو- آپ فرماتے ہیں:

''وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہوگئی ہے اس کو دُور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں- اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں- اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہوگئی ہیں ان کو ظاہر کر دوں- اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں- اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ نمودار ہوتی ہیں- حال کے ذریعہ سے نہ محض قال سے اُن کی کیفیت بیان کروں- اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں- اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان زمین کا خدا ہے-''

(لیکچر لاہور)

اس عظیم مقصد کیلئے جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا- وہ وقت آنے والا ہے جب خالص اور چمکتی ہوئی توحید دنیا پر محیط ہوگی اور اس کے ثمرات بنی نوع انسان کی وحدت ومحبت کی صورت میں ڈھل جائیں گے-

مخلص اور فدائی بزرگ محترم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب کی وفات

نصف صدی سے زائد عرصہ خدمت دین کا فریضہ ادا کرنے والے نہایت مخلص اور فدائی بزرگ محترم چوہدری ظہور احمد باجوہ صاحب مورخہ ۱۹ فروری ۲۰۰۲ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے- انا للہ وانا الیہ راجعون

محترم چوہدری صاحب صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے صدر، امام بیت الفضل، ایڈیشنل ناظر اعلیٰ، پرائیویٹ سیکرٹری اور ناظر امور عامہ کے علاوہ متعدد دیگر فرائض سرانجام دیتے رہے- اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علّیّین میں اپنے قربِ خاص سے نوازے اور آپ کی بیگم صاحبہ، بیٹوں، بیٹیوں اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے- آمین

امام الکلام

میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا ہوں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے آنے کی غرض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں ہی سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اُس طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح وہ شخص بعد کلیم اللہ مردِ خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ سو جب دوسرا کلیم اللہ جو حقیقت میں سب سے پہلا اور سید الانبیاءؐ ہے دوسرے فرعون کی سرکوبی کے لئے جس کے حق میں ہے۔ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھدً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً O سو اس کو بھی جو اپنی کارروائیوں میں کلیم اوّل کا مثیل مگر رتبہ میں اُس سے بزرگ تر تھا ایک مثیل المسیح کا وعدہ دیا گیا۔ اور وہ مثیل المسیح قوت اور طبع اور خاصیت مسیح ابن مریم کی پاکر اسی زمانہ کی مانند اور اسی مدت کے قریب قریب جو کلیم اول کے زمانہ سے مسیح ابن مریم کے زمانے تک تھی یعنی چودھویں صدی میں آسمان سے اُترا۔ اور وہ اترنا روحانی طور پر تھا جیسا کہ مکمل لوگوں کا صعود کے بعد خلق اللہ کی اصلاح کے لئے نزول ہوتا ہے اور سب باتوں میں اسی زمانے کے ہم شکل زمانے میں اترا جو مسیح ابن مریم کے اُترنے کا زمانہ تھا۔ تا سمجھنے والوں کے لئے نشان ہو (......)

پس ہر ایک کو چاہئے کہ اس سے انکار کرنے میں جلدی نہ کرے تا خدا تعالیٰ سے لڑنے والا نہ ٹھہرے۔ دنیا کے لوگ جو تاریک خیال اور پُرانے تصورات پر جمے ہوئے ہیں وہ اس کو قبول نہیں کریں گے مگر عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے جو ان کی غلطی ان پر ظاہر کر دے گا۔ ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہیں کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالیٰ کا الہام اور ربّ جلیل کا کلام ہے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں۔ مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہیں ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی مدد اترے گی......''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۷ تا ۹)

کلام الامام

کامل توحید

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی......کامل توحید کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''بڑے بڑے عالم اور دین کے ماہر یہ مانا کرتے تھے کہ چیزوں پر اتکال کرنا یعنی یہ سمجھنا کہ کوئی چیز اپنی ذات میں فائدہ پہنچا سکتی ہے یہ بھی شرک ہے- مثلاً اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ فلاں دوائی بخار اُتار دے گی تو وہ شرک کرتا ہے- اصل میں یوں سمجھنا چاہئے کہ فلاں دوائی خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے اثر سے فائدہ دے گی- کیونکہ جب تک ہر چیز میں خدا کا ہی جلوہ نظر نہ آئے اس وقت تک اس سے فائدہ کی امید رکھنا شرک ہے-

یہ شرک کی بہت عمدہ تعریف ہے- مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس سے بھی اوپر تعریف بیان کی ہے جس کی نظیر پیچھے تیرہ سو سال میں نہیں ملتی- آپ نے توحید کے متعلق مختلف کتابوں میں مضامین لکھے ہیں- ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جو باتیں لوگوں نے بیان کی ہیں ان کے اوپر اور ان سے بالا ایک اور درجہ کامل توحید کا ہے- آخری درجہ پچھلے علماء نے توحید کا یہ بیان کیا تھا کہ ہر چیز میں خدا کا ہاتھ کام کرتا ہوا نظر آئے- گو یہ صحیح ہے مگر ہے تو آخر اپنا خیال ہی- کیونکہ جو شخص اپنے ذہن میں یہ خیال جماتا ہے کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہا ہے وہ اس توحید کو خود پیدا کر رہا ہے اور اپنی پیدا کی ہوئی توحید کامل توحید نہیں کہلا سکتی- توحید وہی کامل ہو گی کہ جو خدا تعالیٰ کی طرف جلوہ گر ہو- اور جس کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ خود ماسوئ کو مٹا ڈالے اور یہی توحید اصلی توحید ہے اور اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور قرآن کریم نے اور تمام انبیاء نے پیش کیا ہے یعنی بندہ اللہ تعالیٰ کے اس قدر قریب ہو جائے کہ اسے اس امر کی ضرورت نہ رہے کہ وہ سوچے کہ خدا تعالیٰ ایک ہے بلکہ خدا تعالیٰ اپنے ایک ہونے کو خود اس کے لئے ظاہر کر دے- اور ہر چیز میں خدا تعالیٰ اس کے لئے اپنا ہاتھ دکھائے- اور ہر چیز اس کے لئے بطور شفاف شیشہ کے ہو جائے کہ جس طرح وہ اپنے آپ کو بیچ میں سے غائب کر دیتا ہے اور اس کے پرے ہر چیز نظر آنے لگتی ہے- اسی طرح تمام دنیا کی اشیاء ایسے انسان کے لئے بمنزلہ آئینہ ہو جائیں- اور وہ اپنے خیال سے ان میں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کو خاص طور پر ظاہر کر کے ہر چیز میں سے اسے نظر آنے لگے-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں- خالی عقیدہ رکھنا کہ ہر چیز میں خدا کا ہاتھ ہے یہ اعلیٰ توحید نہیں- بلکہ کمال توحید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر چیز میں سے اپنا ہاتھ دکھائے- جب ایسا ہو تب خدا تعالیٰ واقعہ میں ہر چیز میں نظر آتا ہے' محض ہمارا خیال نہیں ہوتا-......''

(حضرت مسیح موعودؑ کے کارنامے- انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۷ تا ۱۲۹)

عربی منظوم کلام

اِنِّیْ صَدُوْقٌ مُصْلِحٌ مُتَرَدِّمُ   سَمٌّ مُعَادَاتِیْ وَسِلْمِیْ اَسْلَمُ

میں صادق اور مصلح ہوں اور میری دشمنی زہر اور میری صلح سلامتی ہے۔

اِنِّیْ اَنَا الْبُسْتَانُ بُسْتَانُ الْهُدٰی   تَاْتِیْ اِلَیَّ الْعَیْنُ لَا تَتَصَرَّمُ

میں باغِ ہدایت ہوں۔ میری طرف وہ چشمہ آتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا

رُوْحِیْ لِتَقْدِیْسِ الْعَلِیِّ حَمَامَةٌ   اَوْ عَنْدَلِیْبٌ غَارِدٌ مُتَرَنِّمُ

میری رُوح خدا کی تقدیس کے لئے ایک کبوتر ہے یا بُلبُل ہے جو خوش آوازی سے بول رہی ہے۔

مَاجِئْتُکُمْ فِیْ غَیْرِ وَقْتٍ عَابِثًا   قَدْ جِئْتُکُمْ وَالْوَقْتُ لَیْلٌ مُّظْلِمُ

میں تمہارے پاس بے وقت نہیں آیا۔ میں اس وقت آیا کہ ایک اندھیری رات تھی

فَاللّٰهُ اَرْسَلَنِیْ لِاُحْیِیَ دِیْنَهٗ   حَقٌّ فَهَلْ مِنْ رَاشِدٍ یَسْتَسْلِمُ

سو خدا نے مجھے بھیجا تا کہ میں اس کے دین کو زندہ کروں یہ سچ ہے۔ پس کیا کوئی ہے جو اطاعت کرے۔

جَهْدُ الْمُخَالِفِ بَاطِلٌ فِیْ اَمْرِنَا   سَیْفٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ لَایَتَثَلَّمُ

مخالف کی کوشش ہمارے امر میں باطل ہے یہ خدا کی تلوار ہے جس میں رخنہ نہیں ہوسکتا۔

فِیْ وَجْهِنَا نُوْرُ الْمُهَیْمِنِ لَائِحٌ   اِنْ کَانَ فِیْکُمْ نَاظِرٌ مُتَوَسِّمُ

ہمارے منہ میں خدا تعالیٰ کا نور واضح ہے اگر کوئی تم میں دیکھنے والا ہو

اَللّٰهُ اٰثَرَنَا وَ کَفَّلَ اَمْرَنَا   فَالْقَلْبُ عِنْدَالْفِتَنِ لَایَتَجَمْجَمُ

خدا نے ہمیں چن لیا اور ہمارے کام کا متکفل ہوگیا۔ پس دل فتنوں کے وقت متردد نہیں ہوتا۔

(حجۃ اللہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۱)

فارسی منظوم کلام

آمدم بر وقت چوں ابرِ بہار با من آمد صد نشانِ لطفِ یار

میں ابر بہار کی طرح وقت پر آیا ہوں اور میرے ساتھ یار کی مہربانیوں کے سینکڑوں نشانات ہیں

آسماں از بہر من بارد نشاں ہم زمیں الوقت گوید ہر زماں

آسمان میرے لئے نشان برساتا ہے اور زمین بھی ہر دم یہی کہتی ہے کہ وقت یہی ہے

ایں دو شاہد بہر من استادہ اند باز در من ناقصاں اُفتادہ اند

میری تائید میں یہ دو گواہ کھڑے ہیں پھر بھی یہ بیوقوف میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

ہائے ایں مردم عجب کور و کراند صد نشاں بینند غافل بگزرند

ہائے افسوس یہ لوگ عجب طرح کے اندھے اور بہرے ہیں سینکڑوں نشان دیکھتے ہیں پھر بھی غافل گزر جاتے ہیں۔

او چو بر کس مہربانی مے کند از زمینی آسمانی مے کند!

وہ خدا تو جب کسی پر مہربانی کرتا ہے تو اُسے زمینی سے آسمانی بنا دیتا ہے۔

عزّتش بخشد ز فضل و لطف و جُود مہر و مہ را پیشش آرد در سُجود!

اپنے فضل لطف اور کرم سے اسے عزت بخشتا ہے سورج اور چاند کو اس کے سامنے سجدہ میں گراتا ہے

من نہ از خود اِدّعائے کردہ ام امرِ حق شد اقتدائے کردہ ام

میں نے اپنے پاس سے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ خدا کے حکم کی پیروی کی ہے۔

آں خدا کایں عاجزے راچیدہ است رحمتش در کوئے ما باریدہ است

وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے اس کی رحمت ہماری گلی میں برسی ہے

(سراجِ منیر روحانی خزائن ۱۲ صفحہ ۹۸-۹۹)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ



دائیں سے بائیں:۔(کرسیوں پر) حضرت مفتی صادق صاحب۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ حضرت سیدنا محمود۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام گود میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب حضرت حکیم الامت مولوی نور الدین صاحب بھیروی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی۔ حضرت پیر منظور محمد صاحب موجد قاعدہ یسرنا القران۔(کھڑے ہوئے) حضرت منشی کرم علی صاحب کاتب۔ مولوی عبداللہ عرب صاحب۔ حضرت معراج الدین صاحب عمر حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی۔ حضرت محمد حسین صاحب "مرہم عیسیٰ"۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی (تراب) مفتی فضل الرحمن صاحب۔ حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم

(فرش پر) حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی۔ حضرت حکیم قطب الدین صاحب ۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ ملک شیر محمد صاحب بی۔اے۔ جموں.......

اخبار الحکم کا شکریہ

۱۰۰ سال پہلے کا ایک اہم نوٹ

حضرت مفتی محمد صادق صاحب اخبار الحکم قادیان کے تاریخی کردار کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''...... کتاب کی تکمیل کے واسطے یہ بھی ضروری سمجھا گیا۔ کہ ان نشانات میں سے بعض کی ایک فہرست اس میں درج کی جائے۔ جو حضرت حجۃ اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس امر کے واسطے اس عاجز کو بھی حکم ہوا۔ کہ بعض نشانات کو متفرق کتابوں وغیرہ سے جمع کر کے ان کی ایک یادداشت بنا کر امام برحق کی خدمت میں پیش کروں۔ تاکہ اس جہاد دینی میں میرے لئے کچھ ثواب کا حصہ ہو۔ اس امر کے واسطے مجھے ضرورت ہوئی۔ کہ میں اخبار الحکم کے گذشتہ پرچوں سے کچھ مدد لوں۔ چنانچہ میں نے دفتر الحکم سے سارے فائل منگوائے اور ان کو دیکھنا شروع کیا۔ مطلب تو اپنے مطلب سے ہی تھا۔ لیکن ورق گردانی کرتے ہوئے کبھی اس سُرخی اور کبھی اُس سُرخی پر نظر پڑ کر میرے دِل پر اس باقاعدہ ریکارڈ کا ایک عجیب اثر ہوا۔ اور اخبار کے کالموں میں اُن سالوں کے لئے اس پاک سلسلہ کی ایک محفوظ تاریخ دیکھ کر بے اختیار قلب میں ایڈیٹر الحکم کا شکریہ اور اس کے واسطے دعائے خیر نکلی۔

۱۸۹۰ء کا آخیر یا ۱۸۹۱ء کا ابتدا تھا۔ جب سے مجھے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دست بیعت ہونے اور آپؑ کی غلامی میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہے۔

تب سے ہمیشہ میری یہ عادت رہی ہے۔ کہ آپؑ کے مقدس کلمات کو نوٹ کرتا اور لکھ لیتا۔ اور اپنی پاکٹ بکوں میں جمع کرتا۔ اور اپنے مہربانوں اور دوستوں کو کشمیر، کپورتھلہ، انبالہ، لاہور، سیالکوٹ، افریقہ، لندن روانہ کرتا۔ جس سے احباب کے ایمان میں تازگی آتی اور میرے لئے موجب حصول ثواب ہوتا۔ مدتوں لاہور میں یہ حالت رہی کہ جب احباب سُن پاتے کہ یہ عاجز دارالامان سے ہو کر آیا۔ تو بڑے شوق اور التزام کے ساتھ ایک جگہ اکٹھے ہوتے۔ اور میرے گرد جمع ہو جاتے۔ جیسا کہ شمع کے گرد پروانے۔ تب میں انہیں وہ رُوحانی غذا دیتا۔ جو کہ میں اپنے امام کے پاس سے جمع کر کے لے جاتا۔ اور اُن کی پیاسی رُوحوں کو اس آبِ زلال کے ساتھ ایسا سیر کر دیتا۔ کہ اُن کی تشنگی اور بھی بڑھ جاتی۔ اور اُن کی عاشقانہ رُوحیں اپنے محبوب کی محبت میں اُچھلنے لگتیں۔ یہی

حال ہر جگہ کے محبان کا تھا- جب کہ ایک مرد خدا شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب کو یہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی - کہ وہ اس سلسلہ کی تائید میں ایک ہفتہ وار اخبار نکال کر قوم کی اس اشد ضرورت کو پورا کرے- سو یہ اخبار پہلے امرتسر میں جاری ہوا- لیکن ایک سہ ماہی کے اندر جلد اپنے مرکز اصلی یعنی قادیان میں آ گیا- ضرور تھا کہ قوم کی مالی مشکلات میں یہ آرگن حصہ لیتا- اور اس نے جو کچھ حصہ لیا۔ اُس کے ذکر کی مجھے ضرورت نہیں۔ کیونکہ میں دراصل اس جگہ اس کی تاریخ لکھنے نہیں بیٹھا- بلکہ صرف اپنی شکرگزاری کا اظہار کر رہا ہوں- قوم احمدی کی تمام تازہ خبروں کے ذریعہ سے یہ اخبار اب تک جماعت کو بہت ہی مفید اور کارآمد خدمت دے رہا ہے-

حضرت اقدسؑ کے الہامات کی پیش از وقت اشاعت کر کے دنیا کو معجزات و خوارق کا دکھلانا تمام احمدی انسٹی ٹیوشنس مثلاً میگزین مدرسہ کے متعلق جماعت کو باخبر رکھنا- حضرت اقدسؑ کے کلمات طیبات دُور اوفتادوں تک پہنچانا- سلسلہ کے حالات کا ایک باقاعدہ ریکارڈ رکھنا- دُشمنانِ دین کے حملوں کا دندان شکن جواب دینا- حضرت مولوی نورالدین صاحب...... کے روحانی نسخہ جات کو قوم میں تقسیم کرنا- حضرت امام کے خطوط قدیم کو محفوظ کر دینا- شہر قادیان کی لوکل ضروریات سے گورنمنٹ کو وقتاً فوقتاً اطلاع دینا- جماعت احمدیہ کی تصانیف کا اشتہار دینا- حضرت مولوی نورالدین صاحب...... و مولوی عبدالکریم صاحب...... کے پُرزور خطبات جماعت کو سُنا دینا- غرض دشمنوں پر رُعب ڈالنے اور دوستوں کو خوش کرنے کے بہت سے عمدہ کام اس مفید پرچہ سے حاصل ہو رہے ہیں- باوجود ان خوبیوں کے ہنوز یہ اخبار تمام نقصوں سے نکل کر اپنے کمال کو نہیں پہنچا اور ہر اَمر دنیا میں تدریجاً ہوتا ہے لیکن میں امید کرتا ہوں کہ جس طرح قوم نے اپنی وسعت کے مطابق اس کی قدر کی ہے- اور شیخ صاحب ایڈیٹر نے وقتاً فوقتاً اس کی اطلاع کی ہے- ایسا ہی آئندہ ترقی کرتے کرتے رفتہ رفتہ یہ ایک بڑا زبردست آرگن اس قوم کا ہو جائے گا-

اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس حسن نیت کے ساتھ لگائے ہوئے بروقت درخت کو اپنی بارانِ رحمت کے ساتھ پرورش کرتا ہوا ایسا بنائے، اتنا پھیلائے کہ روزانہ اِس کے پتوں کے بارداور کریم سایہ کے نیچے لاکھوں گناہ کی دُھوپ کے ستائے ہوئے مُسافران دنیا آرام اور راحت پاویں- آمین"

(ذکرِ حبیبؑ صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۴)

"صدق سے بھری ہوئی روحیں"

رفقائے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہؑ کا صدق ووفا

جانی و مالی قربانیوں اور اطاعت ومحبت سے معمور مثالی وجود

از قلم: نصر اللہ خاں ناصر ایڈیٹر

(۱)

''میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر کے ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلق اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں'' (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۵)

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت اور صادق الایمان محبوں کی استقامت: اللہ تعالیٰ کی سنّتِ قدیمہ ہے کہ جب انبیاء و مامورین کا ظہور ہوتا ہے۔ تو ان کی نہایت شدّت سے مخالفت ہوتی ہے۔ مامورین اور ان کے انصار و اعوان اور صادق الایمان سچے محبّ آزمائش کی چکی میں پیسے جاتے ہیں ہر نوع کے امتحان میں ڈالے جاتے ہیں۔ ان کو مال جان، اولاد اور عزّت و آبرو کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ مگر وہ استقامت دکھلاتے ہیں اور ان کے پائے ثبات میں ذرّہ بھر لغزش نہیں آتی۔ تب وہ اپنے رب کریم کے حضور انعامات کے وارث قرار پاتے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف سے بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کردے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلّت پر خوش ہو جائیں موت پر راضی ہو جائیں .... اور ہر چہ بادا باد کہہ

کر گردن کو آگے کر دیں اور قضا و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہر گز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلائیں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے''

(روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۰)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے جاں نثار رفقاء نے ایسی ہی عظیم الشان استقامت دکھلائی۔ انہوں نے صدق و اخلاص سے اپنا سب کچھ مرضیٔ مولیٰ پر نثار کر دیا۔ یہاں تک کہ اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کیا۔ دنیا کے اموال کی محبت ان کے دلوں میں سرد پڑ گئی۔ مرضیٔ مولیٰ ہمہ اولیٰ ان کی سیرت و کردار کا محور تھا۔ وہ دین حق کی سچی تصویر بن گئے۔ انہوں نے خدا کے لئے فنا کے راستہ کو اختیار کیا گویا اپنے محبوب کے لئے اپنی خواہشات کو چھوڑ دیا اور وہ مصداق تھے۔

ع ترکِ رضائے خویش پئے مرضیٔ خدا

ثُلَّةٌ مِنَ الْاٰخِرِیْنَ: حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے ساتھ یہی نظارہ دنیا والوں نے ایک بار پھر دیکھا اللہ تعالیٰ نے صدق و اخلاص سے بھری ہوئی روحیں آپ کو عطا کیں۔ عشاق کا یہ گروہ ازل سے آپ کے لئے مقدر کیا گیا تھا۔ اور یہی آپ کی صداقت کی عظیم الشان دلیل ہے۔

یہ گروہ عاشقان، صدق و وفا کے متوالے اور راہ مولیٰ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کو عطا ہوئے جن کا اشارہ ثُلَّةٌ مِنَ الْاٰخِرِیْنَ ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔

''میں اس بات کے اظہار اور اُس کے شکر کے ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلقِ اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں'' (فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۵)

یہ پیکرانِ صدق و وفا وہ سچے عاشق ہیں جو عطیۂ خداوندی ہیں۔ یہ انصارِ دین اس دنیائے آب و گِل کو حُسن بخشنے والے ہیں۔ جن سے وہ گلستان ظہور میں آیا۔ جس کے بارہ میں حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔

بہار آئی ہے اِس وقتِ خزاں میں لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

یہاں اسی گروہ عاشقان کا تذکرہ مقصود ہے- جو بستانِ احمدیت کے اثمارِ شیریں ہیں- جو مقام صدیقیت اور شہادت کے مصداق تھے- جنہیں خدا کے مسیح نے یہ سرٹیفکیٹ دیا:

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ اُمت نورِ دیں بُودے　　ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقین بُودے

آں جواں مردِ حبیبِ کردگار　　جوہرِ خود کرد آخر آشکار

نقدِ جاں از بہرِ جاناں باختہ　　دل ازیں فانی سرا پرداختہ

بنگر ایں شوخی ازاں شیخِ عجم　　ایں بیاباں کرد طے از یک قدم

حضرت حکیم مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول...... کا مقام

حضرت حکیم مولانا نورالدین...... کا مبارک وجود مجسم صدق و وفا اور اخلاص و محبت تھا- ایک عاشقانہ رنگ تھا جس کی مثال ثُلَّةٌ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ میں نظر آتی ہے- آپ نے اپنے اوقات، اموال، جائیداد، سرمایہ اور وطن مالوف سے ہجرت تک کی قربانی پیش کردی- گویا کہ اپنا سب کچھ ہی حضرت اقدسؑ کے قدموں میں رکھ دیا- حضرت اقدسؑ نے آپ کے بھیرہ جانے کا خیال ترک کرنے کو فرمایا تو آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد تو مجھے بھیرہ کا خیال تک نہ آیا- براہین احمدیہ کی تالیف کے دوران یہ تعلق قائم ہوا اور اس وقت سے ہی اس محبت واخلاص نے نشو و نما پائی- چنانچہ تاریخی ریکارڈ کے مطابق:

> حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کا ابتدأ غائبانہ تعارف اس وقت ہوا جب آپ جموں میں تھے- ضلع گورداسپور کے ایک باشندہ شیخ رکن الدین صاحب نے آپ کے متعلق بتایا کہ قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی حمایت میں رسالے لکھے ہیں ان دنوں براہین احمدیہ شائع ہو رہی تھی- حضرت مولوی صاحب نے یہ سن کر حضور کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں اور ان کے آنے پر جموں میں حضور کا چرچا شروع ہوگیا-'' (تاریخ احمدیت جلد۴ صفحہ ۱۰۶)

اخبار الحکم لکھتا ہے:-

> ''اسی دوران آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ پہلا اشتہار ملا جو حضور نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ایشیاء، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی

عمائدین اور مفکّرین کو بھجوایا تھا تو آپ جموں سے قادیان پہنچے اور خدا کے اس برگزیدہ کو پہچان لیا۔''

(الحکم ۲۲-اپریل ۱۹۰۸)

اس عاشق صادق (حضرت مولانا حکیم نورالدین......) نے اپنی ایک عربی تحریر میں فرمایا:

(ترجمہ) ''مجھے ایک ایسے کامل مرد کے دیکھنے کا انتہائی شوق تھا جو یگانہ روزگار ہو اور میدان میں تائید دین اور مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے سینہ سپر ہو کر کھڑا ہونے والا ہو...... مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا۔ اس اثناء میں مجھے حضرت السید الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد مہدی الزمان مسیح دوراں اور موئف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی میں ان کے پاس پہنچا تا حقیقت حال کا مشاہدہ کروں۔ میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی موعود حکم وعدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔''

حضرت اقدسؑ نے اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں اپنی ان دعاؤں اور انصار دین کے لئے تضرعات کا ذکر فرمایا ہے کہ آپ کی دعاؤں کا نتیجہ نورالدین کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ فرمایا:

''وکنت اصرخ فی لیلی و نھاری و اقول یا ربّ من انصاری یا ربّ من انصاری انی فرد مھین– فلما تو اتر رفع ید الدعوات– و امتلامنہ جوا لسمٰوات– اجیب تضرعی– وفارت رحمۃ رب العالمین– فاعطانی ربی صدیقا صدوقا– ھو عین اعوانی– و خالصۃ خلصانی– وسلالۃ احبائی (حاشیہ......) فی الدین المتین– اسمہ' کصفاتہ النورانیۃ نورالدین ھو بھیروی مولداً وقرشی فاروقی نسباً– من سادۃ الاسلام و من ذرّیۃ النجیبین الطیبین– فوصلتُ بوصولہ الی الجذل المفروق– واستبشرت بہ کاستبشار السید (صلے اللہ علیہ وسلم) بالفاروق– ولقد انسیتُ احزانی مذجاء نی ولقانی– ووجدتہ فی سبل نصرۃ الدین من السابقین– وما نفعنی مال احدٍ کمالہ الذی آتاہ لوجہ اللّٰہ ویوتی من سنین– قدسبق الاقران نی البراعۃ والتبرع والجدوی– ومعذالک حلمہ ارسخ من رضوی– نبذ العُلَق لِلّٰہ تعالیٰ وجعل کل اھتشاشہ فی کلام ربّ العالمین– رایت البذل شرعتہ– والعلم نجعتہ– والحلم سیرتہ– والتوکل قوتہ– ومارایت مثلہ عالماً فی العالمین– ولا فی خلق ھملاق من المنعمین– ولا فی اللہ وللہ من المنفقین ومارایت عبقریًا مثلہ مُذکنت من المبصرین– ولما جاء نی ولاقانی ووقع نظری علیہ

رایتہ آیۃً من آیات ربی وایقنت انہ دُعائی الذی کنت اداوم علیہ واشرب حسی۔ ونبّانی حدسی۔ انہ من عباد اللہ المنتخبین۔" (آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد۵صفحہ۵۸۱تا۵۸۳)

(ترجمہ) جب سے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں۔ اور حی وقیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں۔ اس وقت سے دین کے چیدہ مددگاروں کو دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ اور وہ شوق اس شوق سے کہیں بڑھ کر تھا۔ جو ایک پیاسے کو شیریں پانی سے ہوسکتا ہے۔ میں رات دن جنابِ باری میں چلاّتا تھا اور التجا کرتا تھا کہ اے میرے رب! میرا کون مددگار ہے۔ اے میرے رب میرا کون مددگار ہے۔ میں تنہا اور ذلیل ہوں۔ پس جب دستِ دعا پے در پے اٹھا۔ اور فضائے آسمانی دعاؤں سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری تضرعات کو سنا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا تو میرے رب نے مجھے ایک اعلیٰ درجہ کا مخلص صدیق عطا فرمایا۔ وہ میرے مددگاروں کا سردار اور میرے احبّاء کا سرخیل، اور میرے دینی دوستوں کی خوبیوں کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ اس کا نام نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی ہے۔ اور نسبی اعتبار سے قریشی فاروقی ہے یعنی اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد سے ہے۔ پس مجھے اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا۔ اور ایسا سرور ملا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ملنے سے حاصل ہوا۔ جب سے وہ میرے پاس آیا ہے اور میری اس سے ملاقات ہوئی ہے۔ میں اپنے تمام غم بھول گیا ہوں۔ میں نے اسے نصرتِ دین کی راہوں میں سابقین میں سے پایا ہے۔ جتنا فائدہ مجھے اس کے مال سے پہنچا ہے کسی اور شخص کے مال سے نہیں پہنچا۔ ہر مال اس نے محض للہ مہیا کیا ہے۔ اور وہ سالہا سال سے مالی مدد میں مسلسل مشغول ہے۔ علم وفضل، نیکی اور سخاوت میں وہ اپنے ہمعصروں پر سبقت لے گیا ہے۔ بایں ہمہ اس کا حلم وانکسار کوہِ رضویٰ سے بھی زیادہ راسخ ہے۔ اس نے خدا کی خاطر دیگر ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لئے ہیں۔ اس کی تمام خوشیوں کا مرکز رب العالمین کا کلام ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بذلِ مال اس کی شریعت۔ علم اس کی طریقت حلم اس کی سیرت اور توکل اس کی قوت ہے۔ مجھے تمام دنیا میں اس سا عالم نظر نہیں آیا۔ نہ مالداروں میں کوئی ایسا دکھائی دیا۔ جو اس کی مانند خدا کی راہ میں مال تلف کر کے فقر وفاقہ پر قانع ہوا ہو۔ نہ مجھے کسی ایسے فرد کا پتہ ہے۔ جو اس کی مانند للہ فی اللہ خرچ کرنے والا ہو۔ ہاں اس جیسا باکمال فرد تلاشِ بسیار کے باوجود مجھے دکھائی نہیں دیا۔ اور جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ وہ میرے رب کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص میری اس دعا کا ثمر ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا اور میری حس نے اس کو جذب کر لیا۔ اور میری فراست نے مجھے بتادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔

حضرت مولانا نورالدین کی مالی قربانیاں: حضرت اقدسؑ نے آپ کی مالی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے مثالی صدق واخلاص کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں فرمایا:

''حبی فی اللہ مولوی حکیم نوردین بھیروی: مولوی صاحب ممدوح کا حال کسی قدر رسالہ فتح اسلام میں لکھ آیا ہوں۔لیکن ان کی تازہ ہمدردیوں نے پھر مجھے اس وقت ذکر کرنے کا موقعہ دیا۔اُن کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جاں نثار پایا۔اگر چہ ان کی روزہ مرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر یک پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اول درجہ کے نکلے۔مولوی صاحب موصوف اگر چہ اپنی فیاضی کی وجہ سے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ قرار در کفِ آزادگاں نگیر و مال لیکن پھر بھی انہوں نے بارہ سو روپیہ نقد متفرق حاجتوں کے وقت اس سلسلہ کی تائید میں دیا۔اور اب بیس روپے ماہواری دینا اپنے نفس پر واجب کر دیا اور ان کے سوا اور بھی ان کی مالی خدمات ہیں جو طرح طرح کے رنگوں میں ان کا سلسلہ جاری ہے میں یقیناً دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ نسبت پیدا نہ ہو جو محبّ کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے تب تک ایسا انشراح صدر کسی میں پیدا نہیں ہوسکتا۔اُن کو خدا تعالیٰ نے اپنے قوی ہاتھ سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور طاقت بالا نے خارق عادت اثر ان پر کیا ہے۔اس نے ایسے وقت میں بلا تردد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہو گئے تھے۔تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں مسیح موعود ہوں قادیان میں میرے پاس پہنچا۔جس میں یہ فقرات درج تھے۔امنّا و صدقنا فاکتبنا مع الشّٰھدین۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۶۰-۵۶۱)

نیز فرمایا:

''مولوی صاحب نے وہ صدق قدم دکھلایا جو مولوی صاحب کی عظمت ایمان پر ایک محکم دلیل ہے۔دل میں از بس آرزو ہے کہ اور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۵۲۲)

ترکِ وطن اور دارالامان میں سکونت۔اخلاص کی ایک اور جھلک حضرت اقدسؑ سے حضرت حکیم مولانا نورالدین (خلیفۃ المسیح الاول......) کا تعلق ایسا تھا کہ جو دل کے ساتھ نبض کا ہوتا ہے۔قادیان دارالامان میں مستقل سکونت اختیار کرنا اسی تعلقِ محبت کا مظہر ہے۔حیاتِ نور میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے۔

''......آپ نے بھیرہ پہنچ کر ایک بہت بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولنے کا ارادہ فرمایا۔ اور اس کے لئے ایک عالیشان مکان بنوانا شروع کیا۔ ابھی وہ مکان ناتمام ہی تھا کہ آپ کو کچھ سامان عمارت خریدنے کے لئے لاہور جانا پڑا۔ لاہور پہنچ کر جی چاہا کہ قادیان نزدیک ہے۔ حضرت اقدسؑ سے بھی ملاقات کرلیں۔ مگر چونکہ بھیرہ میں ایک بڑے پیمانہ پر تعمیر کا کام جاری تھا۔ اس لئے بٹالہ پہنچ کر فوری واپسی کی شرط سے کرائے کا یکہ کیا۔ جب حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قبل اس کے کہ آپ واپسی کی اجازت مانگتے۔ حضور نے خود ہی دوران گفتگو میں فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہوگئے۔ آپ نے عرض کیا۔ ہاں حضور! اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ وہاں سے اُٹھے تو یکے والے سے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے۔ کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی۔ آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔ آپ نے حسب الارشاد بیوی کے بلانے کے لئے خط لکھ دیا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آسکوں اس لئے عمارت کا کام بند کر دیا جائے جب آپ کی بیوی آ گئیں تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے۔ لہٰذا آپ اپنا کتب خانہ بھی منگوا لیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پُرانی ہے۔ آپ اس کو ضرور بُلا لیں لیکن مولوی عبدالکریم ...... سے فرمایا کہ مجھ کو (مولوی) نورالدین (صاحب) کے متعلق الہام ہوا ہے۔ اور وہ شعر حریری میں موجود ہے کہ:

لاتصبون الی الوطن فیہ تہان وتمتحن

(حیاتِ نور جدید ایڈیشن صفحہ ۱۸۴-۱۸۵)

یعنی اپنے وطن کی طرف ہرگز رُخ نہ کرنا ورنہ تمہاری اہانت ہوگی اور تمہیں تکلیفیں اُٹھانا پڑیں گی۔

بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ آیا: ایک موقعہ پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ حضرت مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں دل میں بہت ڈرا کہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ میں وہاں کبھی نہ جاؤں مگر یہ کس طرح ہوگا کہ میرے دل میں بھی بھیرہ کا خیال نہ آوے مگر آپ فرماتے ہیں کہ:

''خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں۔ میرے واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ پھر تو ہم قادیان کے ہوگئے۔'' (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۶۶)

یہ اخلاص و اطاعت دیکھیں کہ ایک شخص ہزاروں روپے خرچ کر کے اپنے وطن میں ایک عالیشان مکان تعمیر کرتا ہے مگر امام کی اطاعت کا جذبہ اس حد تک اس پر غالب ہے کہ وہ اتنا بھی عرض نہیں کرتا کہ حضرت! مجھے اجازت دی جائے نہ میں اس مکان کو فروخت کر آؤں تا وہ روپیہ ہی میرے کام آوے بلکہ یہ بھی نہیں کرتا کہ کسی اور کے ذریعہ سے ہی اس مکان کی فروختگی کا انتظام کرے کیونکہ اس صورت میں بھی اسے اندیشہ تھا کہ حضرت اقدسؑ کے اس فرمان کی خلاف ورزی ہو جائے کہ ''مولوی صاحب اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں'' بس ادھر حکم ملا ادھر لبیک کہا۔

تعمیل حکم -- بھیرہ سے فوری واپسی: حضرت ماسٹر عبدالرؤف صاحب...... فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ بھیرہ کے کسی رئیس نے آپ کی خدمت میں چٹھی لکھی کہ میں بیمار ہوں اور آپ ہمارے خاندانی طبیب ہیں مہربانی فرما کر بھیرہ تشریف لا کر مجھے دیکھ جائیں۔ آپ نے اس رئیس کو لکھا کہ میں بھیرہ سے ہجرت کر چکا ہوں اور اب حضرت مرزا صاحب کی اجازت کے بغیر میں قادیان سے باہر کہیں نہیں جاتا۔ آپ کو اگر میری ضرورت ہے تو حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں لکھو۔ چنانچہ اس رئیس نے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھا۔ حضور نے فرمایا مولوی صاحب! آپ بھیرہ جا کر اس رئیس کو دیکھ آئیں۔ جب آپ بھیرہ پہنچے تو اس رئیس کا مکان بھیرہ کے اردگرد جو گول سڑک ہے اس پر تھا۔ اُسے آپ نے دیکھا اور نسخہ تجویز فرما کر فوراً واپس تشریف لے آئے۔ نہ اپنے آبائی مکانوں کو دیکھا نہ نئے زیر تعمیر مکان تک گئے، نہ عزیزوں سے ملاقات کی، نہ دوستوں سے ملے بلکہ جس غرض کے لئے حضرت اقدس نے آپ کو بھیجا تھا جب وہ غرض پوری ہوگئی تو فوراً واپس تشریف لے آئے۔ (حیاتِ نور صفحہ ۱۸۵)

اطاعت و فدائیت کے کچھ اور واقعات:

۱۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب...... فرماتے ہیں کہ ''ایک دفعہ راولپنڈی سے ایک غیر احمدی صاحب آئے جو اچھے متمول آدمی تھے اور انہوں نے حضرت اقدس سے درخواست کی کہ میرا فلاں عزیز بیمار ہے حضور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو اجازت دے دیں کہ آپ میرے ساتھ راولپنڈی تشریف لے چلیں اور اس کا علاج کریں۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم مولوی صاحب کو یہ بھی کہیں کہ آگ میں گھس جاؤ یا پانی میں کود جاؤ تو اُن کو کوئی عذر نہیں ہوگا لیکن ہمیں بھی تو مولوی صاحب کے آرام کا خیال چاہیئے۔ ان کے گھر میں آج کل بچہ ہونے والا ہے اس لئے میں ان کو راولپنڈی جانے کے لئے نہیں کہہ سکتا۔ مولوی شیر علی صاحب...... بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ اس پر حضرت مولوی صاحب حضرت صاحب کا یہ فقرہ بیان کرتے تھے اور اس بات پر خوش ہوتے تھے کہ حضرت صاحب نے مجھ پر اس درجہ اعتماد ظاہر کیا ہے۔'' (سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۷۵)

۲۔ ماسٹر اللہ دتا صاحب سیالکوٹی...... کا بیان ہے کہ:

''۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے کہ میں دارالامان میں موجود تھا- ان دنوں ایک نواب صاحب حضرت (خلیفۃ المسیح الاول......) کی خدمت میں علاج کے لئے آئے ہوئے تھے- جن کے لئے ایک الگ مکان تھا ایک دن نواب صاحب کے اہلکار حضرت مولوی صاحب کے پاس آئے جن میں ایک مسلمان اور ایک سکھ تھا اور عرض کیا کہ نواب صاحب کے علاقہ میں لاٹ صاحب آنے والے ہیں- آپ ان لوگوں کے تعلقات کو جانتے ہیں- اس لئے نواب صاحب کا منشا ہے کہ آپ اُن کے ہمراہ وہاں تشریف لے جائیں- حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی جان کا مالک نہیں- میرا ایک آقا ہے- اگر وہ مجھے بھیج دے تو مجھے کیا انکار ہے- پھر ظہر کے وقت وہ اہلکار مسجد میں بیٹھ گئے- جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اپنا مدعا بیان کیا- حضور نے فرمایا- اس میں شک نہیں کہ اگر ہم مولوی صاحب کو آگ میں کودنے یا پانی میں چھلانگ لگانے کے لئے کہیں تو وہ انکار نہ کریں گے لیکن مولوی صاحب کے وجود سے یہاں ہزاروں لوگوں کو ہر وقت فیض پہنچتا ہے- قرآن و حدیث کا درس دیتے ہیں- اس کے علاوہ سینکڑوں بیماریوں کا ہر روز علاج کرتے ہیں- ایک دنیا داری کے کام کے لئے ہم اتنا فیض بند نہیں کر سکتے-

اس دن جب عصر کے بعد درس قرآن مجید دینے لگے تو خوشی کی وجہ سے منہ سے الفاظ نہ نکلتے تھے- فرمایا- مجھے آج اس قدر خوشی ہے کہ بولنا محال ہے اور وہ یہ کہ میں ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ میرا آقا مجھ سے خوش ہو جائے- آج میرے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے کہ میرے آقا نے میری نسبت اس قسم کا خیال ظاہر کیا ہے کہ اگر ہم نورالدین کو آگ میں جلائیں یا پانی میں ڈبو دیں تو پھر بھی وہ انکار نہیں کرے گا'' (سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ ۱۶۰)

۴- حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے جماعت کے قابل شادی لڑکوں اور لڑکیوں کی ایک فہرست تیار فرمائی تھی اور اسے آپ نہایت ہی احتیاط سے محفوظ رکھا کرتے تھے- ایک مرتبہ جب ایک شخص کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کرنے کو ارشاد فرمایا تو اس نے منظور نہ کیا- حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب...... کا بیان ہے کہ

''حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ کے جس قدر آدمی ہیں- سب کو حضور سے اپنے اپنے طریق پر محبت تھی مگر جس قدر ادب و محبت حضور سے حضرت خلیفہ اول...... کو تھی- اس کی نظیر تلاش کرنی مشکل ہے- چنانچہ ایک دن میں حضرت مولوی صاحب کے پاس بیٹھا تھا- وہاں ذکر ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی دوست کو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی احمدی سے کر دینے کے لئے فرمایا- مگر وہ دوست راضی نہ ہوا- اتفاقاً اس وقت مرحومہ امۃ الحئی صاحبہ بھی جو اس وقت بہت چھوٹی تھیں کھیلتی ہوئی سامنے آ گئیں- حضرت مولوی صاحب اس دوست کا ذکر سن کر جوش سے فرمانے لگے کہ 'مجھے تو اگر مرزا کہے کہ اپنی لڑکی کو نہالی (نہالی ایک مہترانی تھی- ناقل) کے لڑکے کو دے دو- تو میں بغیر کسی انقباض کے فوراً دے دوں گا' یہ کلمہ سخت عشق و محبت کا تھا- مگر نتیجہ دیکھ لو کہ بالآخر وہی لڑکی حضور علیہ السلام کی بہو بنی اور اس شخص کی زوجیت میں آئی جو خود حضرت مسیح موعودؑ کا حسن و احسان میں نظیر ہے'' (ایضاً صفحہ ۶۱۴)

۴- محترم حکیم محمد صدیق صاحب آف میانی فرماتے ہیں کہ: ''ایک دفعہ جب آپ مطب میں بیٹھے تھے اردگرد لوگوں کا حلقہ تھا- ایک شخص نے آ کر کہا کہ مولوی صاحب! حضور یاد فرماتے ہیں- یہ سُنتے ہی اس طرح گھبراہٹ کے ساتھ اُٹھے کہ پگڑی باندھتے جاتے تھے اور جوتا گھسیٹتے جاتے تھے- گویا دل میں یہ تھا کہ حضور کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو-

پھر جب خلیفہ ہو گئے تو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ تم جانتے ہو نورالدین کا یہاں ایک معشوق ہوتا تھا جسے مرزا کہتے تھے- نورالدین اس کے پیچھے یوں دیوانہ وار پھرا کرتا تھا کہ اسے اپنے جوتے اور پگڑی کا بھی ہوش نہیں ہوا کرتا تھا-''

(بحوالہ حیات نور صفحہ ۱۸۸)

۵- حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب...... فرماتے ہیں کہ

''جن دنوں ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا- ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی نورالدین صاحب (خلیفہ اول) کو اس کے دیکھنے کے لئے گھر میں بلایا- اس وقت آپ صحن میں ایک چارپائی پر تشریف رکھتے تھے اور صحن میں کوئی فرش وغیرہ نہیں تھا- مولوی صاحب آتے ہی آپ کی چارپائی کے پاس زمین پر بیٹھ گئے- حضرت نے فرمایا- مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں- مولوی صاحب نے عرض کیا- حضور! میں بیٹھا ہوں اور کچھ اُونچے ہو گئے اور ہاتھ چارپائی پر رکھ لیا مگر حضرت صاحب نے جب دوبارہ کہا تو مولوی صاحب اٹھ کر چارپائی کے ایک کنارہ پر پائنتی کے اوپر بیٹھ گئے-''

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۶۳)

اس روایت کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب...... کا یہ نوٹ ہے کہ

''مولوی صاحب میں اطاعت اور ادب کا مادہ کمال درجہ پر تھا''

۶- حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی...... کا بیان ہے کہ

''ایک مرتبہ ایک ہندو بٹالہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا- اور عرض کی کہ میری اہلیہ سخت بیمار ہے- ازراہ نوازش بٹالہ چل کر اسے دیکھ لیں- آپ نے فرمایا- حضرت مرزا صاحب سے اجازت حاصل کرو- اس نے حضرت کی خدمت میں درخواست کی حضور نے اجازت دی- بعد نماز عصر جب حضرت مولوی صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا کہ ''امید ہے آپ آج ہی واپس آ جائیں گے'' عرض کی بہت اچھا- بٹالہ پہنچے- مریضہ کو دیکھا- واپسی کا ارادہ کیا مگر بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ایک ہو گئے- ان لوگوں نے عرض کی کہ حضرت! راستے میں چوروں اور ڈاکوؤں کا بھی خطرہ ہے- پھر بارش اس قدر زور سے ہوئی ہے کہ واپس پہنچنا مشکل ہے کئی مقامات پر پیدل پانی میں سے گذرنا پڑے گا- مگر آپ نے فرمایا خواہ کچھ ہو- سواری کا انتظام بھی ہو یا نہ ہو- میں پیدل چل کر بھی

قادیان ضرور پہنچوں گا کیونکہ میرے آقا کا ارشاد یہی ہے کہ آج ہی مجھے واپس قادیان پہنچنا ہے۔ خیر یکہ کا انتظام ہو گیا اور آپ چل پڑے۔ مگر بارش کی وجہ سے راستہ میں کئی مقامات پر اس قدر پانی جمع ہو چکا تھا کہ آپ کو پیدل وہ پانی عبور کرنا پڑا۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں زخمی ہو گئے مگر قادیان پہنچ گئے۔ اور فجر کی نماز کے وقت مسجد مبارک میں حاضر ہو گئے۔ حضرت اقدس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا مولوی صاحب رات بٹالہ سے واپس تشریف لے آئے تھے۔ قبل اس کے کہ کوئی اور جواب دیتا آپ فوراً آگے بڑھے اور عرض کی حضور میں واپس آ گیا تھا یہ بالکل نہیں کہا حضور! رات شدت کی بارش تھی، اکثر جگہ پیدل چلنے کی وجہ سے میرے پاؤں زخمی ہو چکے اور میں سخت تکلیف اٹھا کر واپس پہنچا ہوں۔ وغیرہ وغیرہ بلکہ اپنی تکالیف کا ذکر تک نہیں کیا۔ (حیاتِ نور صفحہ ۱۸۹)

اس عظیم رفیق کی زندگی اطاعت وفدائیت کے واقعات سے معمور ہے آپ کا ہر لمحہ سلسلہ حقہ کے لئے وقف تھا۔

۷۔ **حضرت مولانا راجیکی صاحب ...... کی چند مزید روایات:** حضرت مولوی صاحب موصوف بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت مولانا حسن علی صاحب بھاگلپوری ...... قادیان تشریف لائے تو انہوں نے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب سے دریافت کیا کہ آنجناب کو حضرت مرزا صاحب سے حسنِ ارادت کی سعادت کیسے نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ میں اس چودھویں صدی کے متعلق حدیث بعثت مجدد دین کی رُو سے کسی مجدد کی بعثت کا جوش اشتیاق کے ساتھ منتظر تھا کہ کہیں سے کسی کی آواز سنائی دے۔ اس اثناء میں براہین احمدیہ کا اشتہار نکلا اور میرے پاس بھی پہنچا۔ اشتہار پڑھتے ہی میں بہت مسرور ہوا کہ وعدہ تجدید کے ظہور میں آنے کی بشارت کا موقع ملا۔ جب میں قادیان گیا تو سنت نبوی کے مطابق اللّٰھم رب السموات السبع ما اظللن .... الخ کی دعا پڑھی۔ جب آپ پر نظر پڑی تو آپ کا صادقانہ حلیہ دیکھ کر پہچان گیا کہ ایسا منہ صادقوں کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آپ کو دیکھنے سے اور آپ کے اخلاق حسنہ سے میرا قلب اس قدر متاثر ہوا کہ محبت سے میں آپ کا گرویدہ ہو گیا۔''

''ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ قادیان کے ایک احمدی دوست نے متعدد احمدی احباب کی دعوت کی جن میں حضرت مولانا نورالدین صاحب اور مولوی حسن علی صاحب بھی تھے۔ جب دعوت سے فارغ ہو کر قیام گاہ کی طرف واپس آ رہے تھے تو راستہ میں ایک مکان تھا۔ اس پر سرکنڈوں کا چھپر تھا۔ اس چھپر سے بعض سرکنڈے جو قریب اور نیچے کی طرف جھکے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک سرکنڈے سے مولوی حسن علی صاحب نے دانتوں کے خلال کے لئے ایک تنکا توڑ لیا۔ جب حضرت مولانا نورالدین صاحب ...... نے مولوی حسن علی صاحب کو دیکھا کہ آپ نے خلال کے لئے تنکا توڑا ہے تو آپ کھڑے ہو گئے اور مولوی صاحب موصوف کو مخاطب کر کے فرمایا۔ مولوی صاحب! حضرت مرزا صاحب کی صحبت کا اثر

میرے قلب پر بلحاظ تقویٰ کے اس قدر پڑا ہے کہ جس تنکے کو آپ نے توڑا ہے میرا قلب اس کے لئے ہرگز جرات نہیں کر سکتا بلکہ ایسے فعل کو خلاف تقویٰ اور گناہ محسوس کرتا ہے۔ اس پر مولوی حسن علی صاحب سخت متعجب ہو کر کہنے لگے کیا یہ فعل بھی گناہ میں داخل ہے؟ میں تو اسے گناہ نہیں سمجھتا۔ حضرت مولانا نے فرمایا۔ جب یہ سرکنڈا غیر کے مکان کی چیز ہے تو اس سے مالک مکان کی اجازت کے بغیر تنکا توڑنا میرے نزدیک گناہ میں داخل ہے۔ مولوی حسن علی صاحب کے قلب پر تقویٰ کے اس دقیق عملی نمونہ کا بہت بڑا اثر ہوا۔''

حضرت مولانا صاحب فرماتے ہیں:

''نواب خاں صاحب تحصیلدار جو مخلص احمدی تھے۔ جب گجرات میں تبدیل ہو کر آئے تو جب دورے پر راجیکی میں تشریف لاتے، میرے پاس کچھ دیر ضرور قیام فرماتے اور مجھ سے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت اور عظمت شان کے متعلق اکثر تذکرے ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن اسی طرح کی گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ نواب خاں صاحب تحصیلدار مرحوم نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب سے ایک دفعہ عرض کیا کہ مولانا آپ تو پہلے ہی باکمال بزرگ تھے۔ آپ کو حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے زیادہ کیا فائدہ حاصل ہوا۔..... حضرت مولانا صاحب...... نے فرمایا۔ نواب خاں! مجھے حضرت مرزا صاحب کی بیعت سے فوائد تو بہت حاصل ہوئے ہیں لیکن ایک فائدہ ان میں سے یہ ہوا ہے کہ پہلے مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بذریعہ خواب ہوا کرتی تھی اب بیداری میں بھی ہوتی ہے''

''حضرت اقدس جب شام کے دربار میں حضرت مولانا...... کو یاد فرماتے تو آپ جو کچھ فاصلہ پر نمازی احباب میں تشریف فرماتے ہوتے فوراً مؤدبانہ لہجہ میں عرض کرتے حضور! حاضر! یہ کہہ کر قریب جا کر بیٹھ جاتے۔'' (حیات نور ۱۹۲ تا ۱۹۵)

۸۔ **میرے مرزا:** آپ حضرت اقدس کا ذکر عام طور پر ''ہمارے امام'' ''حضرت اقدس'' اور امام الزماں'' وغیرہ کے الفاظ سے کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی شدت محبت کی وجہ سے ''مرزا'' یا ''میرے مرزا'' اور ''مرزا جی'' کہنا کافی سمجھتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے ایک مرتبہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الاول...... کی عادت تھی کہ جب آپ بہت جوش اور محبت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے تو ''مرزا'' کا لفظ استعمال کیا کرتے اور فرماتے ''ہمارے مرزا'' کی یہ بات ہے۔.......... آپ نے فرمایا بعض لوگ مجھ پر اعتراض کرتے اور کہتے ہیں کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا ادب نہیں کرتا۔ حالانکہ میں محبت اور پیار کی شدت کے وقت یہ لفظ بولا کرتا ہوں'' (الفضل ۳۰ جون ۱۹۳۸ء)

(جاری)

زمانے کا امام آیا

محمدؐ کا غلام آیا زمانے کا امام آیا
امام آیا وہ جس کے نام آقا کا سلام آیا

گواہی آسماں پر جس کی دی ہے چاند سورج نے
زمین پر جس کا شاھد بن کے خود ماہِ تمام آیا

یہی مہدی یہی عیسیٰ یہی گوپال و گوتم ہے
ہر اک ملت کا یہ موعود لے کر سارے نام آیا

مسیحائے زماں خود معجزہ ہے شاہِ عالم کا
ہزاروں معجزوں کے ساتھ جو بالائے بام آیا

سفینہ کفر کی منطق کا ڈوبا جب تموج میں
مرے مہدی مسیحا کا نیا علمِ کلام آیا

کھِلے غنچے چمن مہکا صبا مستانہ وار آئی
دمِ احمد سے گلشن میں بہاروں کا پیام آیا

ہماری منتظر ہیں پیاسی قومیں ساری دنیا کی
بڑھاؤ اس کو آگے، ہم تلک جو دورِ جام آیا

بہت سی منزلیں آگے ہمیں آواز دیتی ہیں
اٹھو رختِ سفر باندھو! ظفرؔ وقتِ خرام آیا

راجہ نذیر احمد ظفر

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی قومی وملی خدمات

وطن وقوم کے لئے عظیم الشّان جدوجہد

تحریر: مکرم عبد القدیر قمر صاحب

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بنی نوع انسان کی ہمدردی کو اپنا اصول قرار دیتے ہوئے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی شرط بیعت یہ بیان فرمائی

”یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔“ (تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۵۰)

حضرت اقدس نے یہ بھی فرمایا:

؎ مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است ہمیں کارم، ہمیں بارم، ہمیں رسمم، ہمیں راہم

اللہ تعالیٰ نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کو اس عظیم مقصد کے لئے قائم فرمایا اور ایسے وجود عطا کئے جنہوں نے عام خلق اللہ کی ہمدردی کے لئے غیر معمولی خدمات سرانجام دیں۔ بیسویں صدی میں فرزند احمدیت، حضرت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب جیسا نابغہ روزگار وجود نمودار ہوا جنہوں نے دامے درمے قدمے سخنے قومی خدمات میں نمایاں کردار ادا کیا۔ زیر نظر مضمون میں آپ کی انہی خدمات جلیلہ کا تذکرہ ہے۔

○ **سائمن کمیشن:** ۱۹۲۷ء کے آخر میں برطانوی پارلیمنٹ نے ملک کی آزادی کے جوش وخروش کو دیکھ کر حالات کا جائزہ لینے کے لئے ایک کمیشن بھیجا جو سائمن کمیشن کہلاتا ہے۔ اس کمیشن کے دائرہ عمل میں علاوہ مرکزی اور صوبائی قانون ساز اسمبلیوں اور کونسل آف سٹیٹ کے نمائندوں اور حکومت کے بڑے افسروں سے مشورہ کرنے کے علاوہ یہ بات بھی تھی کہ وہ ملک کی قابل ذکر جماعتوں کے خیالات بھی دریافت کرے۔ چونکہ اس میں کسی ہندوستانی ممبر کو شامل نہیں کیا گیا تھا اس لئے قائداعظم، سر عبد الرحیم اور مولانا محمد علی جوہر وغیرہ نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ مگر جب حضرت امام جماعت احمدیہ (خلیفة المسیح الثانی) نے ہندوؤں کی چالاکی اور اپنوں کی سادگی بھانپتے ہوئے ”مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت“ لکھ کر یہ سمجھایا کہ اس سے شدید نقصان پہنچے گا تو قائداعظم، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ظفر علی خاں کے علاوہ مسلمانوں کی اکثریت نے کمیشن کے ساتھ تعاون کرنا ضروری سمجھا۔ اخبار ”سول اینڈ ملٹری گزٹ“ نے اپنی ۵ نومبر ۱۹۲۸ء کی اشاعت میں کمیشن کے

ساتھ تعاون کرنے والے ممبران کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

''شہادت دینے والوں پر جرح کرنے کے باب میں ایک نمایاں شخصیت چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب کی ہے۔ آپ داڑھی رکھے ہوئے ہیں۔ آپ کوئی دور از کار بات نہیں کرتے۔ بلکہ ہمیشہ مطلب کی بات کہتے ہیں۔ اور اس لحاظ آپ سر آرتھر فروم سے مشابہ ہیں۔ یعنی آپ کی آواز پُر شوکت ہے اور نہایت برجستہ تقریر کرنے والے ہیں'' (الفضل ۹ نومبر ۱۹۲۸ء)

○ **گول میز کانفرنس:** ۱۹۳۰ء میں ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے برطانوی حکومت نے لندن میں ایک گول میز کانفرنس منعقد کی۔ جس میں شمولیت کی حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو بھی دعوت دی گئی۔ اس کانفرنس میں آپ کی شاندار خدمات کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ ''انقلاب'' نے لکھا۔

''سر سیموئیل ہور وزیر ہند نے اپنی ایک حالیہ تقریر میں اعلان کیا تھا کہ گول میز کانفرنس کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا انہیں حل کرنے کے لئے قیمتی اور نتیجہ خیز خدمات سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے سرانجام دیں'' (انقلاب پرچہ ۱۳ جولائی ۱۹۴۱ء)

اخبار ''شہباز'' لاہور نے لکھا۔

''۱۹۳۰ء میں ہندوستانی اصلاحات کے سلسلے میں لندن میں گول میز کانفرنس کے اجلاس شروع ہوئے۔ سر محمد ظفر اللہ خاں تینوں گول میز کانفرنسوں اور ہندوستانی اصلاحات سے متعلق دونوں ایوانوں کی مشترکہ پارلیمنٹری کمیٹی کے مندوب تھے۔ ان کانفرنسوں اور کمیٹی میں آپ نے جو شاندار خدمات سرانجام دیں ان سے ہندوستان اور ہندوستان سے دلچسپی رکھنے والے حلقوں میں آپ کی شہرت میں بہت اضافہ ہو گیا...... سر محمد ظفر اللہ خاں نے انگلستان کے ہوشیار ترین مباحث اور سیاستدان مسٹر چرچل پر زبردست جرح کی۔'' (انقلاب ۴ جولائی ۱۹۴۱ء)

ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی نے لکھا:۔

''گول میز کانفرنس کے...... مندوبین میں سب سے زیادہ کامیاب آغا خاں اور چوہدری ظفر اللہ خاں ثابت ہوئے'' (اقبال کے آخری دو سال صفحہ ۱۵)

اخبار ''مسلم آواز'' کراچی نے لکھا۔

''سر ظفر اللہ خاں کے متعلق قائداعظم فرمایا کرتے تھے کہ ظفر اللہ کا دماغ خداوند کریم کا

زبردست انعام ہے'' (الفضل ۲۲ جون ۱۹۵۲ء)

ان گول میز کانفرنسوں میں شرکت اور قوم اور ملک کی بے لوث خدمات کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب ۱۹۳۴ء میں وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل میں آنریبل سر فضل حسین صاحب کی جگہ خالی ہوئی تو آپ کو بلا مقابلہ ممبر منتخب کر لیا گیا۔

○ **مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کی صدارت:** حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی خدمات کا مسلمانوں کے سنجیدہ طبقہ پر اس قدر اثر تھا کہ مسلم لیگ کا جو اجلاس ۲۶ دسمبر ۱۹۳۱ء کو دہلی میں ہونا قرار پایا اس کی صدارت کے لئے آپ کی خدمت میں درخواست کی گئی۔ چوہدری صاحب نے کرسی صدارت پر بیٹھ کر ایک فاضلانہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں مسلم نکتہ نگاہ کی ترجمانی ایسے عمدہ رنگ میں کی کہ حاضرین عش عش کر اٹھے۔ اس خطبے کو مسلم لیگ کی تاریخ میں نہایت ہی اہم درجہ حاصل ہے۔ روزنامہ ''انقلاب لاہور'' نے خطبہ صدارت درج اخبار کرتے ہوئے لکھا:۔

> ''چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس دہلی کے صدر کی حیثیت سے جو خطبہ پڑھا اس میں سیاسیات ہند اور سیاسیات اسلامی کے تمام مسائل پر نہایت سلاست، سادگی اور سنجیدگی سے اظہار خیالات فرمایا''

اخبار ''الامان دہلی'' ۳ دسمبر ۱۹۳۱ء نے لکھا۔

> ''جہاں تک آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی تجاویز اور اس کے خطبہ صدارت کا تعلق ہے اس میں پوری پوری مسلمانان ہند کی ترجمانی کی گئی ہے۔ یہ اجلاس گزشتہ جلسوں سے زیادہ کامیاب رہا...... خطبہ صدارت میں جس دلیری و بیباکی کے ساتھ حکومت کے رویہ کی مذمت اور حقوق مسلمین کی وکالت کا حق ادا کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس اجلاس کی ایک تاریخی خصوصیت ہے''

''الخلیل'' دہلی یکم جنوری ۱۹۳۲ء نے لکھا:۔

> ''تمام خطبہ آپ کی فاضلانہ اور دلیرانہ ترجمانی سے لبریز ہے۔ آپ نے اس خطبہ صدارت میں جن گرانقدر خیالات کا اظہار کیا ہے حقیقت میں وہی مسلمانوں کے خیالات ہیں۔''

○ **قرار دادِ پاکستان کی تائید:** قائدِ اعظم کی قیادت کا اہم ترین واقعہ قرار دادِ پاکستان ہے۔ جو ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں منظور ہوئی۔ اس قرارداد کے بعد سر سٹیفورڈ کرپس ہندوستان آئے اور ہندوستان کی آزادی کا ایک جدید فارمولا پیش کیا۔ جسے مسلم لیگ اور کانگریس دونوں نے مسترد کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان کی آزادی قطعی محال اور بالکل ناممکن دکھائی دینے لگی۔ عین اس تاریک دور میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کو جو ان دنوں فیڈرل کورٹ آف

انڈیا کے جج تھے کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی وفد کے قائد کی حیثیت سے انگلستان جانا پڑا۔ جہاں آپ نے سرکاری نمائندہ ہونے کے باوجود انگلستان کے سامنے ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ ایسے زوردار اور پُرشوکت وقوت الفاظ میں رکھا کہ دنیا بھر میں تہلکہ مچ گیا اور انگلستان کے سربرآوردہ اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے مسلم وغیر مسلم پریس نے اس پر بکثرت تعریفی مضامین لکھے۔ چنانچہ اخبار انقلاب ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے ''سرظفر اللہ خاں کی صاف گوئی'' کے عنوان سے لکھا:۔

''چوہدری سرظفر اللہ خاں نے کامن ویلتھ کی کانفرنس منعقدہ لنڈن میں جو تقریر فرمائی وہ ہر انگریز اور اتحادی ملکوں کے ہر فرد کے لئے دلی توجہ کی مستحق ہے۔ کیا اس ستم ظریفی کی کوئی مثال مل سکتی ہے کہ جس ہندوستان کے پچیس لاکھ بہادر مختلف جنگی میدانوں میں جمعیۃ اقوام برطانیہ کی آزادی کو محفوظ رکھنے کی خاطر لڑ رہے ہیں وہ خود آزادی سے محروم ہے''

حیدرآباد دکن کے روزنامہ ''پیام'' ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے لکھا:

''سرظفر اللہ کی آواز میں ایک گرج ہے۔ ایک دھماکا ہے، جس کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے''

اخبار ''پرتاپ'' ۲۲ فروری ۱۹۴۵ء نے لکھا:

''ہندوستان کے فیڈرل کورٹ کے جج سرظفر اللہ خاں آج کل لنڈن گئے ہوئے ہیں۔ آپ کامن ویلتھ ریلیشنز کانفرنس میں ہندوستانی ڈیلی گیشن کے لیڈر ہیں۔ لنڈن میں آپ نے جو تقریریں کی ہیں ان سے ہندوستان تو کیا ساری کامن ویلتھ میں تہلکہ مچ گیا ہے...... آپ نے برطانوی حکمرانوں کو وہ کھری کھری سنائیں کہ سننے والے دنگ رہ گئے۔ برطانوی حکومت کے درجنوں تنخواہ دار ایجنٹوں کے کئے کرائے پر آپ کی تقریر نے پانی پھیر دیا۔''

○ ملک خضر حیات کا استعفیٰ: پنجاب میں ملک خضر حیات خاں ٹوانہ یونینسٹ پارٹی کے لیڈر ہونے کی وجہ سے پنجاب کے وزیر اعظم تھے اور اگرچہ انتخابات میں مسلم لیگ کافی نشستیں حاصل کر چکی تھی مگر انتقال اقتدار کے لئے ملک صاحب کا استعفیٰ ضروری تھا۔ لاہور میں فرقہ وارانہ فسادات شروع ہو چکے تھے۔ مسلم لیگی لیڈروں کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ پریس پر پابندیاں تھیں۔ ملک صاحب جھکنے میں نہیں آ رہے تھے۔ ۲ مارچ ۱۹۴۷ء کو چوہدری ظفر اللہ صاحب نے قائداعظم محمد علی جناح کو تار دلوایا کہ ملک صاحب استعفیٰ دے رہے ہیں۔ چنانچہ اس استعفیٰ کی حقیقت کا ذکر کرتے ہوئے انگریزی اخبار ''ٹریبیون'' ۵ مارچ ۱۹۴۷ء لکھتا ہے:۔

''معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خضر حیات خاں صاحب نے یہ فیصلہ سرمحمد ظفر اللہ خاں

صاحب کے مشورہ اور ہدایت کے مطابق کیا ہے- سنا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کی تازہ ایجی ٹیشن کے دوران جماعت احمدیہ کے امام نے خضر حیات خاں کو لکھا کہ وہ لیگ کے سامنے جھک جائیں- یہ خط سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے ذریعے بھیجا گیا تھا- جنہوں نے اپنے امام کی ہدایت کی پُر زور تائید کی- ملک خضر حیات صاحب نے سر ظفر اللہ خاں کو لاہور مشورہ کے لئے بلایا- جس کے بعد ملک صاحب نے وہ بیان دیا جو اخبارات میں شائع ہوا''

○باؤنڈری کمیشن میں جدّ و جہد: ۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو پنجاب اور بنگال کی تقسیم کے لئے ایک حد بندی کمیشن کے تقرر کا اعلان کیا گیا- جس کی صدارت ریڈکلف کو سونپی گئی- باؤنڈری کمیشن نے ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کے اجلاس میں فیصلہ کیا کہ جو جماعتیں کوئی میمورنڈم پیش کرنا چاہیں وہ ۱۸ جولائی تک مع چار زائد نقول اور ایسے چار نقشوں کے پیش کر دیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ صوبے کی حد کس جگہ مقرر کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے- جہاں تک مسلم لیگ کے کیس کا تعلق ہے اس نازک ترین ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے قائداعظم کی نظر انتخاب احمدیت کے مایہ ناز فرزند چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب پر پڑی- جنہوں نے انتہائی مشکلات اور تیاری کے مختصر ترین وقت کے باوجود مسلم اقلیت کے حقوق کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا- آنریبل چوہدری صاحب نے جس قابلیت کے ساتھ یہ کیس لڑا اس کا ذکر کرتے ہوئے جناب حمید نظامی صاحب رقم طراز ہیں:

''حد بندی کمیشن کا اجلاس ختم ہوا...... چار دن چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت مدلّل، نہایت فاضلانہ اور نہایت معقول بحث کی- کامیابی بخشنا خدا کے ہاتھ میں ہے- مگر جس خوبی اور قابلیت کے ساتھ سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے مسلمانوں کا کیس پیش کیا- اس سے مسلمانوں کو اتنا اطمینان ضرور ہو گیا کہ ان کی طرف سے حق و انصاف کی بات نہایت مناسب اور احسن طریقہ سے ارباب اختیار تک پہنچا دی گئی ہے- سر ظفر اللہ خاں صاحب کو کیس کی تیاری کے لئے بہت کم وقت ملا- مگر اپنے خلوص اور قابلیت کے باعث انہوں نے اپنا فرض بڑی خوبی کے ساتھ ادا کیا- ہمیں یقین ہے کہ پنجاب کے سارے مسلمان بلحاظ عقیدہ ان کے اس کام کے معترف ہوں گے'' (روزنامہ نوائے وقت یکم اگست ۱۹۴۷ء)

نیز ۲۴- اگست کی اشاعت میں ان فقید المثال خدمات کو سراہتے ہوئے مزید لکھا:-

''جب قائدِ اعظم نے چاہا کہ آپ پنجاب باؤنڈری کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے پیش ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمات سرانجام دینے کی حامی بھری......اور اُسے ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائداعظم نے خوش ہو کر آپ کو یو- این- او میں پاکستانی وفد کا قائد

مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے ملت کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا نام پاکستان کے قابلِ احترام خادموں میں شامل ہو چکا تھا۔ آپ نے ملک وملت کی شاندار خدمات سرانجام دیں تو قائد اعظم انہیں حکومت پاکستان کے اس عہدے پر فائز کرنے پر تیار ہوگئے جو باعتبار منصب وزیر اعظم کے بعد سب سے اہم اور وقیع عہدہ شمار ہوتا ہے'' (نوائے وقت ۲۴ اگست ۱۹۴۸ء)

اس شاندار اور لازوال کارنامے کا ذکر جسٹس منیر صاحب (جو ریڈکلف ایوارڈ میں مسلمانوں کی طرف سے ممتاز رکن تھے) نے بھی اپنی عدالتی رپورٹ میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''عدالت ہذا کا صدر جو اس (باؤنڈری) کمیشن کا ممبر تھا اُس بہادرانہ جدوجہد پر تشکر و امتنان کا اظہار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے جو چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے گورداسپور کے معاملہ میں کی تھی۔ یہ حقیقت باؤنڈری کمیشن کے کاغذات میں ظاہر و باہر ہے اور جس شخص کو اس مسئلہ سے دلچسپی ہو وہ شوق سے اس ریکارڈ کا معائنہ کر سکتا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں نے مسلمانوں کی نہایت بے غرضانہ خدمات سرانجام دیں'' (فسادات پنجاب کی تحقیقات کی رپورٹ اردو صفحہ ۲۰۹)

○ **مسئلہ کشمیر:** ۲۵ دسمبر ۱۹۴۷ء کو چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب نے کراچی میں وزیر خارجہ کا حلف اٹھایا۔ قائد اعظم نے آپ سے فرمایا کہ آپ برما کے جشنِ آزادی میں شرکت کریں۔ ابھی آپ رنگون میں ہی تھے کہ پاکستان کے سفیر مقیم امریکہ مسٹر حسن اصفہانی نے وزیر اعظم لیاقت علی خاں کو اطلاع دی کہ بھارت نے پاکستان کو حملہ آور قرار دیتے ہوئے کشمیر کا مسئلہ سیکورٹی کونسل میں پیش کر دیا ہے۔ اور وہاں ظفر اللہ خاں کا بحث کے لئے انتظار کیا جا رہا ہے۔ اس پر وزیر اعظم پاکستان نے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو کہا کہ پاکستان کے وزیر خارجہ ۷ جنوری کو رنگون سے واپس کراچی پہنچیں گے انہیں ریکارڈ فراہم کرنے کے لئے اور کیس کی تیاری کے لئے معقول مدت درکار ہوگی۔ اور ابھی تک ہمیں بھارت کی شکایت کی کاپی بھی نہیں ملی اس لئے سیکورٹی کونسل کا اجلاس معقول مدت کے لئے ملتوی کر دیا جائے۔

بھارتی نمائندہ سیکورٹی کونسل پر زور دیتا رہا کہ پاکستان کے چار ہزار باوردی حملہ آوروں نے بھارت کی افواج پر حملہ کر کے بھارت کے لئے سنگین خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ اس لئے اجلاس ۱۵ جنوری سے بھی پہلے طلب کیا جائے۔ مقصد یہ تھا کہ وزیر خارجہ پاکستان کو نہ ریکارڈ فراہم کرنے کا موقع مل سکے نہ کیس کی تیاری ہو۔ یوں مسئلہ کشمیر پر ان کی پہلی تقریر ہی عالمی سٹیج پر پاکستان کے لئے جگ ہنسائی کا موجب ہو اور بھارت کا دنیا میں بول بالا ہو جائے جبکہ بھارتی وفد کے لیڈر مسٹر گوپال سوامی تھے جو سالہا سال تک کشمیر کے وزیر اعظم رہ چکے تھے۔ اور پوری طرح تیار تھے۔

حضرت چوہدری صاحب ۷ جنوری ۱۹۴۸ء کو واپس کراچی پہنچے تو تازہ ترین صورت حال سے انہیں آگاہی

ہوئی۔ فوری طور پر مطلوبہ ریکارڈ کا مہیا ہونا مشکل تھا۔ بہر حال جو بھی ریکارڈ مل سکا اس کے بکس تک فراہم نہ ہو سکے۔ ریکارڈ کا اکثر حصہ بوریوں میں بند کر کے نوزائیدہ مملکت کے وزیر خارجہ ۱۲ جنوری کو سہ پہر کے قریب نیویارک پہنچے۔ اتنے بڑے کیس کی تیاری کے لئے شب بیداری اور تکان کے مارے وزیر خارجہ کے پاس صرف ۱۳ اور ۱۴ جنوری کے دو دن تھے۔ سیکورٹی کونسل کا اجلاس ۱۵ تاریخ کو شروع ہونے والا تھا۔ وزیر خارجہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ کیس کی تیاری شروع کی اور پھر اپنے کیس کو ایسی قابلیت اور مہارت سے پیش کیا کہ بھارت کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ ''لندن ٹائمز'' رقمطراز ہے:۔

> ''سیکورٹی کونسل میں بحث نے جو رُخ اختیار کیا اس سے ہندوستان کے تخیل اور فکر کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ ہندوستان اپنے کیس کو اس قدر مضبوط خیال کرتا تھا کہ گویا وہ ہر قسم کی تردید سے بالا تر ہے۔ اور اسے یقین تھا کہ اقوام متحدہ فوری طور پر پاکستان کو سرزنش کرے گی۔ اور کشمیر کے معاملے کو سلجھانے میں ہندوستان کو آزاد چھوڑ دے گی۔ لیکن چوہدری ظفر اللہ خاں نے کمال قابلیت سے پاکستان کی طرف سے اس طرح صفائی پیش کی کہ کونسل کے اکثر ممبران پر واضح ہو گیا کہ ہندوستان کی طرف سے معاملات کو مکمل صورت میں پیش نہیں کیا گیا۔
>
>
>
> پاکستان کے وزیر خارجہ نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت اس درجہ موثر انداز میں کی کہ سیکورٹی کونسل ان کے استدلال سے مرعوب ہو گئی۔''
>
> (لندن ٹائمز ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں نے کشمیر کے مسئلہ پر ہندوستانی مقدمہ کا تارو پود بکھیرتے ہوئے ساری دنیا پر واضح کر دیا کہ ہندوستان کا کشمیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ اخبار پرتاپ لکھتا ہے۔

> ''یو۔ این۔ او سے پاکستان کے خلاف فریاد کرنا ہمالیہ جیسی بڑی غلطی تھی۔ ہم وہاں گئے تھے مستغیث بن کر اور لوٹے وہاں سے ملزم بن کر۔''
>
> (پرتاپ ۲۳ اگست ۱۹۵۰ء)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب کی قوم وملت کے لئے یہ عظیم الشان خدمات مورخ پاکستان سنہری حروف سے رقم کرے گا۔ انشاء اللہ

مراجع ومصادر: اس مضمون کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

۱۔ تحدیث نعمت از چوہدری محمد ظفر اللہ خاں۔ ۲۔ لاہور تاریخ احمدیت از شیخ عبدالقادر۔ رپورٹ تحقیقاتی عدالت ۱۹۵۳ء۔ ۵۔ فکرِ اقبال اور تحریکِ احمدیہ (تحقیق کے نئے گوشے) از شیخ عبدالماجد۔ ۶۔ تحریک پاکستان میں جماعت احمدیہ کا کردار از نظارتِ اشاعت ربوہ۔ ۷۔ تعمیر وترقی پاکستان اور جماعت احمدیہ از پروفیسر محمد نصر اللہ راجا۔

جماعت احمدیہ کی امتیازی شان

از: مکرم مولانا صوفی محمد اسحٰق صاحب

اللہ تعالیٰ نے مومن کے امتیاز کو تقویٰ سے مشروط فرمایا ہے۔ سورۃ انفال میں ہے: ترجمہ: ''اے اہل ایمان اگر تم (اللہ کی نگاہ میں) متقی ہو گئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں (اسی دنیا میں) ایک امتیازی نشان عطا کر دے گا'' (آیت ۳۰) جماعت احمدیہ کی موجودہ حالت کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہمارے دل اس یقین سے بھر جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فی الواقعہ اس زمانہ میں جماعت احمدیہ کو وہ امتیاز بخشا ہے جو سارے عالم میں کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ یہاں جماعت احمدیہ کے چند ایسے امتیازات کا ذکر کرنا مقصود ہے جو جماعت احمدیہ کو اشاعتِ دین کے لحاظ سے باقی سب پر ممتاز کر رہے ہیں۔

۱۔ دنیا بھر میں جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جس کو خدمتِ قرآن کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ایک منفرد مقام عطا کر رکھا ہے چنانچہ جماعت احمدیہ نے اب تک ۵۲ غیر ملکی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ شائع کیا ہے۔ ۱۹ مزید غیر ملکی زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ مکمل ہو کر عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ جب کہ اصل ہدف پوری سو غیر ملکی زبانوں کا ترجمہ شائع کرنا ہے جو انشاء اللہ العزیز پورا ہو جائے گا۔

۲۔ جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جس کے ساری دنیا بالخصوص براعظم افریقہ میں سینکڑوں پرائمری سکول، بیسیوں سیکنڈری سکول اور درجنوں ہسپتال ہیں۔ ان سب سکولوں میں دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ صحیح دینی تعلیم دی جاتی ہے اور اسلامی اخلاق و آداب بھی سکھائے جاتے ہیں۔ ہسپتالوں میں غرباء کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔ ان ہسپتالوں میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے غیر معمولی شفا رکھ دی ہے۔ اس طرح ان ہسپتالوں کی شہرت اور نیک نامی میں اضافہ ہوا۔

۳۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام اپنی کتاب ''تجلیاتِ الٰہیہ'' میں فرماتے ہیں:

> ''خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھا ئے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین پر پھیلا ئے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے...... اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے''

اس پیشگوئی میں علم و معرفت کے جس کمال کا ذکر ہے دینی لحاظ سے اس کا حال یہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے پیش کردہ علمِ کلام کے ذریعہ سے آج دین کی حقانیت ثابت ہو رہی ہے۔ اس زمانہ کے بڑے بڑے عالم اس علم کلام سے استفادہ کرتے ہیں اور اپنی لائبریریوں میں جماعت احمدیہ کی کتب رکھتے ہیں۔ اور جہاں تک دنیوی علوم کا تعلق ہے تو اس لحاظ سے یہ بھی پیشگوئی لفظ بہ لفظ بفضلہ تعالیٰ پوری ہو چکی ہے اور اس بات کا مظہر ہمارے زمانہ میں جماعت کے وہ دو عظیم الشان وجود ہیں کہ جن کی عظمت اور علم کے پایہ کا بلا مبالغہ اور کوئی وجود سارے پاکستان کی تاریخ میں ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے پہلے پاکستانی صدر اور عالمی عدالتِ انصاف کے پہلے پاکستانی چیف جسٹس کے اعزاز سے مشرف ہوئے۔ بلا مبالغہ کوئی پاکستانی آج تک اس منصبِ جلیلہ کو حاصل نہیں کر سکا۔ پھر معروف سائنس دان محترم ڈاکٹر عبد السلام صاحب ہیں جو پاکستان کے تنہا نوبیل انعام یافتہ ہیں اور جن کی یاد میں حکومتِ اٹلی نے اپنے ملک میں سائنسی تحقیق کا ایک عالمی ادارہ "*International Centre for Theoretical Physics*" قائم کیا۔

دوسری پیشگوئی جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مندرجہ بالا عبارت میں ہے وہ ہے بادشاہوں کا احمدیت کو قبول کرکے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جرمنی کی جماعت احمدیہ کے ۲۰۰۱ء کے عالمی جلسہ سالانہ کے موقعہ پر لفظ بہ لفظ پوری ہوگئی ہے۔ براعظم افریقہ کے تین بڑے بادشاہ احمدیت قبول کرنے کے بعد گذشتہ سال جرمنی آئے اور شریک جلسہ ہوئے۔ ان تینوں *Kings* کی حکمرانی ہزارہا مربع میل کے علاقوں پر مشتمل ہے۔ جو ''بینن'' دوسری ملک ''مالوگو'' اور تیسری ملک ''پاراکو'' میں واقع ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ میں فرماتا ہے۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کے نفوس اور اموال اس وعدہ پر خرید لئے ہیں کہ وہ انہیں اس کے عوض (اپنی رضا کی) جنت عطا کرے گا (آیت ۱۱) یہ بھی احمدیت کی امتیازی شان ہے کہ جماعت احمدیہ اس پر عمل کر رہی ہے اس کی نظیر کہیں بھی نہیں پائی جاتی صرف جماعت احمدیہ کے نوجوان دینِ حق کی اشاعت کے لئے نہایت ذوق، شوق اور جذبہ ایمان کے ساتھ اپنی زندگیاں وقف کرکے اکناف عالم میں پھیل گئے ہیں اور کئی بوڑھے بھی باوجود اپنے بڑھاپے کے ان کی طرح ہی قرآنی جہاد میں ان کے شانہ بشانہ میدانِ عمل میں ہیں۔ مالی جہاد میں تو بفضلہ تعالیٰ جماعت احمدیہ سب کے لئے قابلِ رشک جماعت بن چکی ہے۔ اس جماعت کا ہر بچہ نوجوان بوڑھا مرد اور عورت انفاق فی سبیل اللہ میں دوسرے لوگوں سے نمایاں و ممتاز ہے۔ پھر مالی قربانیوں میں ہر سال غیر معمولی اضافہ اس بات کی علامت ہے کہ جماعت کی قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور مقبول ہو رہی ہے۔ یہ بھی احمدیوں کے مقامِ تقویٰ کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ کہ قربانی صرف متقیوں کی قبول ہوتی ہے۔ پس ہمارے بجٹ کا ہر سال بڑھتے چلا

جانا اس بات کی علامت ہے کہ ہماری قربانی قبول ہو رہی ہے اور اس کا قبول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ کی نگاہ میں جماعت متقیوں کی جماعت ہے۔

۵۔ جماعت احمدیہ کا یہ بھی ایک نمایاں امتیاز ہے کہ یہ واحد جماعت ہے۔ جس کی دینی نشریات کے لئے گلوبل ٹیلی ویژن ہے۔ اس کے کارکن رضا کارانہ مصروف عمل ہیں۔ اور جس کا پروگرام ہے۔ قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر رسول پاک ﷺ کی احادیث کا ترجمہ تشریح علمی تقاریر، آنحضرت ﷺ کی مدح وتوصیف میں خوبصورت آواز میں نظمیں بزبان اردو عربی کو نشر کیا جارہا ہے۔

۶۔ جماعت احمدیہ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ جس منظم طریق پر ساری دنیا میں دعوت الی اللہ کر رہی ہے اُس سے مختلف مذاہب کے ماننے والے کروڑوں انسان چشمہ توحید سے سیراب ہو رہے ہیں۔

۷۔ جہاد کے قرآنی تصور نے جماعت احمدیہ کو ممتاز کیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ تبوک سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ یعنی ہم سب سے چھوٹے جہاد یعنی لڑائی سے واپس آگئے ہیں اور اب سب سے بڑے جہاد یعنی جہاد بالنفس میں مشغول ہو رہے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جہاد بالنفس سب سے بڑا جہاد ہے۔

دینِ حق کا غلبہ ظہور مسیح ومہدی کے وقت اس قدر قطعی اور یقینی تھا کہ قرآن مجید میں یہ آیت تین دفعہ نازل ہوئی ہے یعنی سورہ توبہ آیت نمبر ۳۳، سورہ صف آیت نمبر ۱۰ اور سورہ فتح آیت نمبر ۲۹ اس غلبہ کا وعدہ بفضلہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے ذریعہ پورا ہو رہا ہے۔

قطعہ

خونِ جگر سے ہم نے لکھے وہی فسانے
گذرے ہوئے زماں کی زندہ کہانیاں ہم
چرخ کہن سے کہہ دو! انداز پیر بدلے
سینوں میں لے کے اٹھے تازہ جوانیاں ہم
پھر کھل رہے ہیں غنچے عشق و وفا کے ہر سُو
کرتے ہیں آنسوؤں سے شبنم فشانیاں ہم

عبدالسلام سلام

قارئین کے خطوط

جناب سید سلیم شاہجہانپوری صاحب کراچی کا مکتوب: معروف ادیب اور نامور شاعر جناب سلیم شاہجہانپوری صاحب لکھتے ہیں۔ ''ماہنامہ انصار اللہ کے پرچے ملے۔ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ اتنا جاذب نظر سرورق جو سادگی و پُرکاری کا مرقع ہے آپ کی نفاست طبع کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ مضامین کے متعلق تولب کشائی کرنا گویا مہر نیم روز کو چراغ دکھانا ہے۔۔۔۔۔

زِ فرق ما بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

اللہ تعالیٰ آپ کی صحت وعمر میں برکت دے آپ نے رسالہ کے معیار کو بلند کرکے بام ثریا تک پہنچا دیا ہے۔''

فالحمدللہ۔ ۲۵ رنومبر ۲۰۰۱ء

وادی کلر کہار کے مور۔ ایک مکتوب: رسالہ بہت سی دلچسپیاں لے کر ہر ماہ آتا ہے دن بدن ترقی کرتا چلا جارہا ہے۔ ماہ نومبر ۲۰۰۱ء کے شمارہ میں محترم ناظم صاحب انصار اللہ ضلع شیخوپورہ کی رپورٹ بابت ''کلر کہار اور ملکہ کوھسار مری کی سیر'' مطالعہ کا موقع ملا خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کے قلم میں کافی روانی پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اور ترقیات سے نوازے۔ موصوف کی رپورٹ میں درج تھا:

''پہلی منزل کلر کہار کا خوبصورت مقام تھا......تخت بابری دیکھا اس کے بعد مزار ''بابا موراں والی سرکار'' پر دُعا کی گئی۔ مزار کے ساتھ ہی وہ جنگل ہے جہاں سہ پہر کو مور آتے ہیں اور ناچتے ہیں جب کہ یہ دوپہر تھی اور جہاں کسی مور کی آمد ورفت نہیں دیکھی گئی ہوسکتا ہے کہ ایک محاورہ ہی رہ گیا ہو یا پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انسان نے موروں کو جنگل سے نکال کر اپنے گھروں میں آباد کر رکھا ہو وہیں ان کا ناچ بھی دیکھ لیتے ہوں......'' (ماہنامہ انصار اللہ نومبر ۲۰۰۱ء)

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ نے اتنے مور کم پیدا کئے ہیں کہ انسان اپنے گھروں میں لے جاکر ناچ دیکھے اور جنگل میں کچھ نہ رہے اور نہ یہ محاورہ ہی رہ گیا ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ آج بھی کلر کہار کے اس مزار کے اردگرد باغوں میں بہت سے مور سیر کرتے ناچتے نظر آتے ہیں لیکن انہیں دیکھنے کے لئے ان کے پاس جانا پڑتا ہے نہ کہ یہ ناچ دکھانے کے لئے انسان کے پاس چل کر خود سڑک پر آئیں اور اپنا ناچ دکھائیں۔

ازل سے انسان اور جانور کا تعلق چلا آرہا ہے۔ یہ آزاد پنچھی آزاد فضاؤں میں آزادی سے (باقی صفحہ ۴۲ پر)

میرے ناقابل فراموش لمحات

ایک تاریخی واقعہ کی کچھ تفصیل

مکرم چوہدری محمد افتخار احمد صاحب ناصر آباد ربوہ

انسانی زندگی میں ایسے بھی واقعات ہوتے ہیں جن کی خوشگوار یادیں مسرت دینے کا موجب ہوتی اور اُس انسان کے لئے تحدیث نعمت کا موجب بنتی ہیں۔

میری زندگی کے چند ناقابل فراموش اور دل میں اتر جانے والے وہ چند لمحات ہیں جو مجھے ۲۵ ستمبر ۱۹۵۵ء کو میسر آئے جس کو خدا تعالیٰ نے ''اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح'' کیا تھا۔ اور اس ابدی سعادت حاصل ہونے پر میں ذات باری تعالیٰ کے فضل و احسان کا جس قدر بھی شکرگزار بنوں کم ہے۔

۱۰ مارچ ۱۹۵۴ء کے دن جب سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود...... نماز عصر کی امامت فرما کر بیت المبارک سے باہر نکل رہے تھے ایک بدخواہ دشمن نے آپ پر خنجر سے قاتلانہ حملہ کیا اور گردن پر شاہ رگ کے قریب گہرا زخم آیا۔ یہاں کے علاج کے بعد مکمل علاج کے لئے مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء کو حضور یورپ تشریف لے گئے اور علاج کے بعد ۲۵ ستمبر ۱۹۵۵ء کو بذریعہ چناب ایکسپریس کراچی سے تقریباً ۷ بجے شام مرکز احمدیت ربوہ دارالہجرت میں ورودِ مسعود فرمایا تو ہر کس و ناکس اسٹیشن سے لے کر بیت المبارک تک سڑک کے دو رویہ کھڑا دعائیہ نعروں اور شعروں کے ساتھ اپنے آقا کا استقبال کر رہا تھا۔

اِس موقعہ پر بعض صاحبِ حیثیت احباب نے اپنے اپنے ذوق اور استطاعت کے مطابق نظامِ جماعت کے علاوہ بھی مختلف جگہوں پر آرائشی محراب اور دروازے بنائے ہوئے تھے ''نور آتا ہے نور'' اور ''اَھلاً وَّسَھْلاً وَّمَـرْحَبًـا'' کے خوبصورت بینرز جھوم جھوم کر آنے والے مبارک وجود کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔

میرے والدِ محترم چوہدری فرزند علی صاحب مرحوم اس وقت جنرل پریذیڈنٹ تھے اور اپنے پیشہ زمیندارہ کی مناسبت سے آپ نے بھی ایک آرائشی دروازہ کا اہتمام کیا جو کہ بیت المبارک کے صدر دروازہ پر (جہاں سے حضورِ انور نے قصرِ خلافت کے لئے داخل ہونا تھا) بنایا گیا تھا۔ اس دروازہ کو بنانے کے لئے دو لکڑی کے ''ہل'' دونوں طرف کھڑے کئے گئے اور اوپر ایک شہتیر کے ساتھ ایک ''پنجالی'' لٹکائی گئی تھی اور دونوں ''ہلوں'' کے ساتھ دونوں طرف گنے اور مکئی کے بڑے بڑے سرسبز اور تازہ تازہ پودے ''چھلیوں'' سمیت کھڑے کئے گئے تھے۔ اور ''پنجالی'' کے اوپر سبز رنگ کے بینر پر سنہرے حروف کے ساتھ مندرجہ ذیل حدیث لکھ کر لگائی تھی:

"یُخْرِجُ مِنْ وَرَاءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہٗ الْحَارِثُ" (مشکوۃ باب اشراط الساعۃ)

''مہدی وراء النہر کے علاقہ سے خروج کرے اور وہ حارث کہلائے گا''

اس دروازے کا مختصر ذکر تاریخ احمدیت میں مندرجہ ذیل الفاظ میں آیا ہے:-

''دارالرحمت شرقی میں مولوی عبداللطیف صاحب ٹھیکیدار اور سردار رحمت اللہ صاحب نے بھی اپنے طور پر خوشنما اور رنگین دروازے لگا کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا- اور بالخصوص ڈاکٹر فرزند علی صاحب جنرل پریذیڈنٹ ربوہ نے احاطہ (بیت) مبارک کے صدر دروازے پر خاص اپنی طرف سے بڑے اہتمام سے سبز رنگ کا دروازہ نصب کر کے اس طور پر استقبال میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی'' (تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ ۵۷۰)

اس دروازے کے اوپر والے شہتیر کی نچلی جانب درمیان میں دو فٹ لمبا، ایک فٹ چوڑا اور نو انچ گہرا لکڑی کا ڈبہ لگایا گیا جس میں گلاب اور دوسرے مختلف پھولوں کی پتیاں بھری ہوئی تھیں اور اس کا دروازہ ایک ڈوری کھینچنے سے کھلتا تھا- خاکسار اس وقت ۱۳ سال کا نویں کلاس کا طالب عالم تھا- اور سائیکل کے حادثہ میں بائیں بازو میں فریکچر کی وجہ سے پٹی بندھی ہوئی تھی- جب پیارے آقا کی کار دروازہ کے عین درمیان میں آئی تو خاکسار کو اپنے محبوب آقا کے نورانی رُوئے مبارک کے دیدار کے ساتھ ہی ڈوری کھینچ کر پھولوں کی تمام پتیاں پیارے آقا پر نچھاور کرنے کی عظیم سعادت نصیب ہوئی اس طرح میری مسرتوں کے یہ چند لمحات عقیدت بھری خوشگوار یادوں میں تحلیل ہو کر میرے لئے سرمایہ حیات بن گئے- "ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ''

(بقیہ از صفحہ ۳۲) جینا چاہتا ہے جب کہ انسان اپنی دلی تسکین کیلئے اسے پنجرہ میں بند رکھنا چاہتا ہے- مور بہت چالاک جانور ہے اور انسان سے کوسوں دور بھاگتا ہے اس کے گھومنے پھرنے کے اپنے اوقات ہیں محترم ناظم صاحب نے یہ ٹھیک لکھا ہے کہ سہ پہر کو مور باہر باغ کی سیر کے لئے نکلتا ہے اور ناچتا دکھائی دیتا ہے- گرمیوں میں صبح کے وقت یا پھر مغرب سے کچھ دیر پہلے باغوں میں سیر کرتا دکھائی دیتا ہے لیکن جہاں بھی انسان کی آمد محسوس کرتا ہے فوراً رفو چکر ہونے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر انسان اسے دور سے دیکھے تو پھر بغیر کسی خوف کے ترنگ میں آ کر مچلتا ہوا ناچتا دکھائی دیتا ہے-

وادی کلر کہار کی ایک پہچان مور ہے- یہ موروں کی سرزمین ہے اور مور کثرت سے پائے جاتے ہیں مخصوص وقتوں میں باغوں کے اندر جانے سے یہ بالکل دکھائی دیتے ہیں کلر کہار سے اگر چوآسیدن شاہ روڈ پر جائیں تو چند کلومیٹر کے فاصلہ پر ''مورگاہ'' ایک جگہ ہے اس جنگل میں بھی مور کثرت سے پائے جاتے ہیں- امید کرتا ہوں میرے ان چند الفاظ سے کلر کہار سے متعلق جو تاثر ابھرا تھا زائل ہو جائے گا'' (ڈاکٹر نصیر احمد شریف مقیم کلر کہار ضلع چکوال)

برصغیر کے معروف شاعر اور صحافی محترم ثاقب زیروی صاحب کا ذکرِ خیر

از: مکرم منیر مسعود صاحب - لاہور

جناب ''ثاقب زیروی'' صاحب مورخہ ۱۳ جنوری ۲۰۰۲ء کی شب مختصر علالت کے بعد لاہور میں اپنے مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا شمار پاکستان کے نامور، بیباک اور محبِّ وطن شاعر ادیب اور صحافی کے طور پر ہوتا ہے جماعت احمدیہ لاہور اور مجلس انصار اللہ حلقہ مزنگ کو یہ فخر حاصل تھا کہ آپ اس حلقہ کے رکن تھے۔ آپ احباب جماعت کی ہر طرح تربیت اور راہنمائی کرتے رہے۔ آپ وہ واحد احمدی تھے جنہیں نصف صدی تک تین خلفاء کی موجودگی میں جلسہ ہائے سالانہ میں اپنی منفرد اور مترنم آواز میں اپنا منظوم کلام سنانے کا شرف حاصل رہا ہے۔ اس اندازِ نظم خوانی کو کئی احباب جماعت نے کسی حد تک اپنانا اپنے لئے فخر سمجھا۔ حلقہ سانده کے ایک رکن مکرم محمد رفیق ثاقب صاحب نے بتایا کہ مجھے بچپن سے ہی محترم ثاقب صاحب کی مترنم آواز نے ان کا گرویدہ بنا دیا اور انہوں نے صبح شام تنہائی میں ان کے انداز میں نظمیں پڑھنا شروع کیں اور بالآخر اس میں کامیابی حاصل کر لی اور از خود اپنے نام کے ساتھ ''ثاقب'' کا اضافہ کر لیا۔ دوسرے اس انداز میں نظم خوانی والے لاہور کے دوست مکرم منیر جاوید صاحب ہیں اور یہ دونوں احباب اپنی اپنی تنظیموں کے نظم خوانی کے مقابلہ جات میں انعامات حاصل کرتے ہیں۔

محترم ثاقب صاحب ریڈیو پاکستان اور ملک بھر میں ہونے والے مشاعروں کی جان ہوا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ پچاس کی دہائی کے آخر سالوں اور سن ساٹھ کی دہائی کے اوائل میں ساہیوال سٹیڈیم (اس وقت منٹگمری سٹیڈیم) میں ہر سال ملکی سطح پر مشاعرہ ہوا کرتا تھا جس میں آپ باقاعدگی سے شامل ہوتے تھے اور سامعین آپ کی نظم یا غزل سننے کے لئے بے قراری سے منتظر رہتے تھے۔ مزید برآں آپ ایک بلند پایہ قلمکار اور نڈر صحافی تھے۔ پچاس سال کے عرصہ پر آپ کی صحافتی زندگی پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کے حقائق پر مبنی اداریے پڑھنے کے لئے قارئین ہفت روزہ 'لاہور' کے موصول ہونے کے منتظر رہتے بالخصوص ان پُر آشوب ایام میں جن میں احمدی مرد و زن اور بچوں کا خون بہانا موجب ثواب سمجھا جاتا تھا بلکہ اس کے فتویٰ دیئے جائے تھے۔ یعنی سن ۱۹۵۳ء اور پھر سن ۱۹۷۴ء کے فسادات کے ایام اور پھر ایک اور جابرانہ دور میں احمدیوں پر ڈھائے جانے والے مظالم اور قید و بند کی صعوبتوں پر۔ آپ وطن عزیز کی سالمیت اور یکجہتی پر ہونے والے ہر حملہ کے دفاع میں تلوار بے نیام تھے۔ آپ جو ادارتی نوٹس تحریر فرماتے رہے انہیں بعد ازاں چند ماہ قبل ہی کتابی شکل میں ''روزنامچہ'' کے نام سے شائع کر گئے۔

سال ۱۹۷۷ء کے درمیانی عرصہ میں میری محکمانہ تعیناتی لاہور میں ہوگئی - مارشل لاء کے ایام تھے - مزنگ میں میری رہائش تھی - آپ کے برادر اصغر محترم محمد بشیر زیروی صاحب مرحوم میرے رفیق کار تھے - ان کے ہمراہ شرف ملاقات کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا - آپ سے ملاقات ''صحبت صالح'' کا اثر رکھتی تھی - سال ۸۰-۱۹۷۰ء میں آپ نے جماعت احمدیہ کے خلاف بے جا اور غیر اخلاقی جبر پر ایک زوردار اداریہ تحریر کیا - اس اداریہ کو پڑھنے کے بعد اس وقت پنجاب کے حاکم اعلیٰ نے آپ کو ملاقات کے لئے بلایا - آپ نے بتایا کہ موصوف بڑے منکسر المزاجی سے ملے حالات حاضرہ پر تبصرہ کے دوران انہوں نے جماعت احمدیہ کے خلاف کئے جانے والے قانونی ریاستی اقدامات پر معذرت خواہانہ انداز......... سے کہا کہ ان اقدامات کا مقصد سوائے مولوی حضرات کے سیاسی... عزائم کو ختم کرنے کے اور کچھ نہ ہے - آپ نے بتایا کہ ابھی گورنر صاحب کی بات مکمل نہ ہوئی تھی کہ میں نے معذرت سے مداخلت کرتے ہوئے عرض کیا کہ آنجناب خواہ مخواہ معذرت کر رہے ہیں ہم احمدیوں کو تو جہاں اس طرز عمل سے ملال ہے وہاں خوشی بھی ہے اور وہ خوشی کیوں؟ اس لئے کہ احمدیوں کو ہر لحاظ سے فائدہ ہی فائدہ ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم سے اس وقت کے امام جماعت احمدیہ کی قابل قدر فراست، راہنمائی، کاوشوں اور سب سے بڑھ کر دعاؤں کے نتیجہ میں قیام پاکستان میں احمدیوں کی خدمت شامل ہیں - آپ کی حکومت کے اقدامات سے اب احمدیوں کو قوانین کی اغراض کے لئے جو چاہیں قرار دے کر اپنے حقوق سے محروم کر دیا گیا ہے اور اس طرح خدانخواستہ اگر پاکستان کی سالمیت کو کوئی گزند پہنچی تو احمدی اس میں شامل نہ ہوں گے - مزید یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان غیر مہذب اقدامات کی وجہ سے احمدیوں کو اقتصادی فائدے بھی ہوئے اس طرح کہ جن احمدیوں کی جائیدادوں اور کاروبار فسادات میں تباہ کر دئے گئے ہیں اگر اس وقت ان کی مالیت ہزاروں یا لاکھوں میں تھی اب وہ بڑھ کر کروڑوں تک چلی گئی ہے اور سب سے بڑھ کر مذہبی طور پر یہ فائدہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ احمدیوں کے حق میں پوری ہوئی الحمدللہ - یہ ہے احمدیت پر آپ کے غیر متزلزل ایمان کی ایک مثال - اسی سے آپ کی خلافت احمدیہ سے سچی وفاداری کا ثبوت بھی ملتا ہے - خلیفہ وقت کی دعاؤں کی قبولیت کے ایمان کی یہ حالت کہ کئی سال سے بعارضہ قلب بیمار تھے مگر اسے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ بننے دیا اور پھر چند سال قبل برین ہیمبرج کی وجہ سے آپ کو اپریشن کروانا پڑا جو انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا مگر ہمت اور حوصلہ سے خدا تعالیٰ کی صفت شافی پر اور خلیفہ وقت کی قبولیت ... کہتے ہوئے اپریشن کے لئے اسلام آباد چلے گئے -

وفات کے وقت آپ کے بڑے بیٹے مکرم طاہر محمود صاحب صدمہ سے دوچار تھے اگر کسی بات کا ذکر کرتے رہے تو یہی کہ تادم آخر نظام کے سچے وفادار رہے - آپ آخری روز تک ہفت روزہ ''لاہور'' (جس کے لئے وفات سے ایک دن قبل بھی دفتر میں جا کر کام کرتے رہے) اسے ان کے چھوٹے بیٹے مکرم یاسر منصور صاحب اسی انداز میں جاری رکھے ہوئے ہیں - اللہ تعالیٰ اس کی ہر طرح مدد اور راہنمائی کرے اور مرحوم کو غریق رحمت فرمائے -

سلسلہ نصاب تعلیم

تعارف کتاب ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد''

تعارف وتلخیص از: مکرم فضل احمد شاہد صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۲ مئی ۱۹۰۰ء کو ایک کتاب ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' کے نام سے شائع فرمائی - اس کتاب میں آپ نے حقیقت جہاد اور اس کی فلاسفی بیان فرمائی - آپ نے قرآن وحدیث اور تاریخ سے جہاد پر روشنی ڈالتے ہوئے وضاحت فرمائی کہ آغازِ اسلام میں مسلمانوں کو بحالت مجبوری جو جنگیں کرنی پڑیں وہ محض وقتی، مدافعانہ اور مذہبی آزادی قائم کرنے کے لئے تھیں ورنہ اس دین سے بڑھ کر صلح وآشتی اور امن وسلامتی کا علمبردار کوئی اور مذہب نہیں ہے-

اس کی کسی قدر تفصیل درج ذیل ہے

جہاد کی تعریف: ''جاننا چاہیئے کہ جہاد کا لفظ جُہد کے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کے لئے بولا گیا'' (صفحہ ۱)

جہاد بالسیف کا پس منظر: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے بار بار اس کتاب میں اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ جہاد بالسیف کا پس منظر کیا تھا - اور اس کی حقیقت کیا تھی - کفار مکہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں-

''نہایت جابرانہ اور ظالمانہ کارروائیاں ان سے ظہور میں آئیں اور انہوں نے دردناک طریقوں سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے - اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو - چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا ان کے خونوں سے کوچے سرخ ہو گئے پر انہوں نے دم نہ مارا - وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی - خدا کے پاک اور مقدس رسول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا مگر اس

صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا۔ تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں۔ ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا'' (صفحہ ۳-۴)

اسی تسلسل میں حضور فرماتے ہیں:

''یہ حکم مختص الزمان والوقت تھا ہمیشہ کے لئے نہیں تھا بلکہ اس زمانہ کے متعلق تھا جب کہ اسلام میں داخل ہونے والے بکریوں اور بھیڑوں کی طرح ذبح کئے جاتے تھے'' (صفحہ ۵)

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں اٹھائی بجز ان لوگوں کے جنہوں نے پہلے تلوار اٹھائی اور سخت بے رحمی سے بے گناہ اور پرہیز گار مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا۔ اور ایسے دردانگیز طریقوں سے مارا کہ اب بھی ان قصوں کو پڑھ کر رونا آتا ہے'' (صفحہ ۷)

''ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں خود سبقت کر کے ہرگز تلوار نہیں اٹھائی بلکہ ایک زمانہ دراز تک کفار کے ہاتھ سے دکھ اٹھایا اور اس قدر صبر کیا جو ہر ایک انسان کا کام نہیں۔ اور ایسا ہی آپؐ کے اصحاب بھی اسی اعلیٰ اصول کے پابند رہے'' (صفحہ ۹)

کیا مکہ میں حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں کا صبر کسی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ اس کی وضاحت میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا موقف یہ تھا۔

''ہمارے سید و مولیٰ اور آپؐ کے صحابہؓ کا یہ صبر کسی مجبوری سے نہیں تھا۔ بلکہ اس صبر کے زمانہ میں بھی آپ کے جاں نثار صحابہ کے وہی ہاتھ اور بازو تھے جو جہاد کے حکم کے بعد انہوں نے دکھائے اور بسا اوقات ایک ہزار جوان نے مخالف کے ایک لاکھ سپاہی نبرد آزما کو شکست دے دی۔ ایسا ہوا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ جو مکہ میں دشمنوں کی خونریزیوں پر صبر کیا گیا تھا اس کا باعث کوئی بزدلی اور کمزوری نہیں تھی بلکہ خدا کا حکم سن کر انہوں نے ہتھیار ڈال دیئے تھے'' (صفحہ ۱۰)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب میں گزشتہ انبیاء کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا

''اصل حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی نسبت پہلے نبیوں نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک زمانہ ایسا ہوگا کہ جو دو قسم کے ظلم سے بھر جائے گا۔ ایک ظلم مخلوق کے حقوق کی نسبت ہوگا اور دوسرا ظلم خالق کے حقوق کی نسبت ۔ مخلوق کے حقوق کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ جہاد کا نام رکھ کر نوع انسان کی خونریزیاں ہوں گی۔ یہاں تک کہ جو شخص ایک بے گناہ کو قتل کرے گا وہ خیال کرے گا کہ گویا وہ ایسی خونریزی سے ایک ثواب عظیم کو حاصل کرتا ہے اور اس کے سوا اور بھی کئی قسم کی ایذائیں محض دینی غیرت کے بہانہ پر نوع انسان کو پہنچائی جائیں گی''

جہاد بالسیف اور حضرت بانی سلسلہؑ: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جہاد بالسیف کو بایں الفاظ ملتوی کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

''دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے...... میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلا دیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا'' (صفحہ ۱۵)

انگریزی گورنمنٹ کو ایک تجویز: حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے گورنمنٹ کو ایک بہت ہی خوبصورت تجویز دی جو آج بھی ساری دنیا کے لئے مشعل راہ ہے آپ فرماتے ہیں۔

''اگر ہماری دانشمند گورنمنٹ پانچ برس تک یہ قانون جاری کر دے کہ برٹش انڈیا کے تمام فرقوں کو جس میں پادری بھی داخل ہیں قطعاً روک دیا جائے کہ وہ دوسرے مذاہب پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کریں اور محبت اور خلق سے ملاقاتیں کریں اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کرے تو مجھے یقین ہے کہ یہ زہرناک پودہ پھوٹ اور کینوں کا جو اندر ہی اندر نشوونما پا رہا ہے جلد تر مفقود ہو جائے گا اور یہ کارروائی گورنمنٹ کی قابل تحسین ٹھہر کر سرحدی لوگوں پر بھی بے شک اثر ڈالے گی اور امن اور صلح کاری کے نتیجے ظاہر ہوں گے۔ آسمان پر بھی یہی منشاء خدا کا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ و جدل کے طریق موقوف ہوں اور صلح کاری کے طریق اور باہمی محبت کی راہیں کھل جائیں'' (صفحہ ۳۶)

محترم مولانا محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری سابق زعیم اعلیٰ کے اعزاز میں

مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ کی الوداعی تقریب

رپورتاژ: مکرم نصیر احمد چوہدری منتظم عمومی

مجلس انصاراللہ ربوہ کی طرف سے محترم مولانا محمد صدیق صاحب شاہد گورداسپوری زعیم اعلیٰ ربوہ کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب کا اہتمام مورخہ ۱۴ فروری ۲۰۰۲ء کو عمل میں آیا جس میں اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ ربوہ ۲۰۰۱ء و ۲۰۰۲ء جملہ زعماء حلقہ جات ربوہ اور بلاک لیڈرز کے علاوہ مکرم ومحترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے شرکت فرمائی۔

تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ جو مکرم صدیق احمد صاحب منور نے کی۔ اس کے بعد محترم صدر صاحب نے عہد دہرایا۔ اور خاکسار نے مولانا صاحب کی خدمات میں سپاسنامہ پیش کرتے ہوئے ان کی اس عہدے پر طویل خدمات کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ان کی ان تھک محنت لگن اور خلوص کی بدولت ان کے عرصہ زعامت علیاء میں مجلس نمایاں طور پر سامنے آئی۔ اور بفضلِ خدا سات مرتبہ جملہ مجالس پاکستان میں مجلس ربوہ کو اول اور علم انعامی حاصل کرنے کی سعادت ملی۔ نیز دعوت الی اللہ کے لئے ایک قابل قدر اور نہایت مفید سنٹر کا قیام عمل میں آیا جو حضور انور کے خطبہ کی روشنی میں نہایت سلیقے اور خوبصورتی سے تیار کیا گیا۔ دعوتِ الی اللہ کے لئے گاڑی خریدی گئی اور آل ربوہ سالانہ کھیلوں کا آغاز ہوا۔

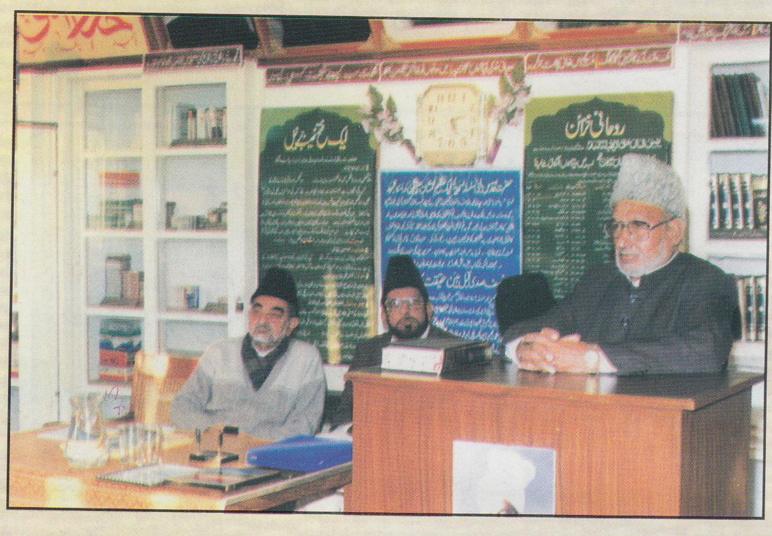
ازاں بعد محترم مولانا صاحب نے سپاسنامہ کا جواب دیتے ہوئے ذیلی تنظیموں میں ابتداء سے ہی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے اپنی خدمات کا اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا۔ جملہ کارکنان دفتر اور عہدیداران کا شکریہ ادا کیا۔

آخر میں محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان نے اپنے صدارتی خطاب میں مکرم مولانا صاحب کی خدمات کا ایک ساتھی اور بطور زعیم اعلیٰ حسن کارکردگی کا ذکر فرمایا اور ان کی شخصیت کے بعض نمایاں پہلوؤں کا ذکر فرمایا۔

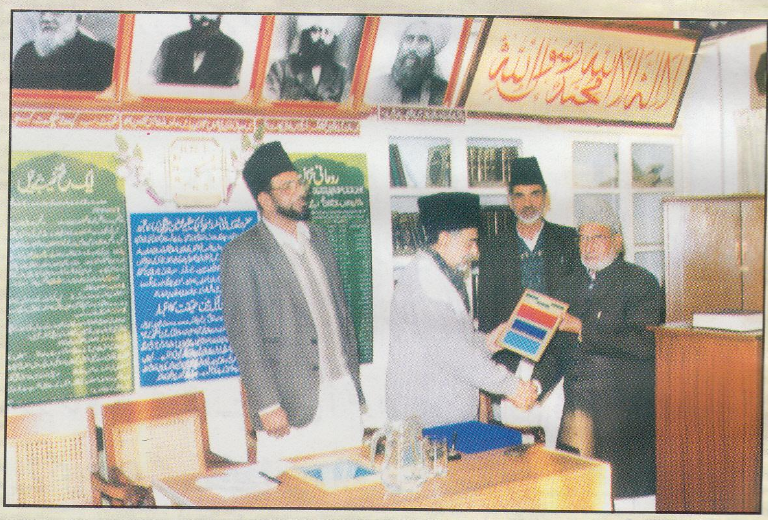
تقریب کا اختتام دعوت عشائیہ اور دعا سے ہوا۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب موصوف کو اپنے فضل سے اعلیٰ خدمات کی توفیق دیتا رہے اور نئے زعیم اعلیٰ مکرم چوہدری نعمت اللہ صاحب کو مجلس ربوہ کی نہایت احسن رنگ میں ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆ ☆ ☆

مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ کی الوداعی تقریب



مکرم مولانا محمد صدیق صاحب گورداسپوری
(سابق زعیم اعلیٰ)
سپاسنامہ کا جواب دے رہے ہیں۔
موصوف نے ۱۴ سال خدمات سرانجام دیں۔



محترم صدر صاحب الوداعی تقریب میں
مکرم مولانا محمد صدیق صاحب
کو یادگار شیلڈ دے رہے ہیں۔



عہدیداران انصار اللہ
مکرم مولانا محمد صدیق صاحب
کو الوداع کہتے ہوئے۔

Monthly

ANSARULLAH

March 2002

Regd. # : CPL - 92

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR

''یہ سب باتیں اس کی طرف سے ہیں''

حضرت اقدس مسیح موعود السلام فرماتے ہیں

''......اے عزیزو جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کرو کہ پکڑے جانے کا دن نزدیک ہے ہر ایک جو شرک کو نہیں چھوڑتا وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو دنیا پرستی میں حد سے گزر گیا ہے اور دنیا کے غموں میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے مقدس نبیوں اور رسولوں اور مرسلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا وہ پکڑا جائے گا۔ دیکھو آج میں نے بتلا دیا۔ زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی۔ کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اُترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اُٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اس کی طرف سے ہیں میری طرف سے نہیں ہیں۔ کاش! یہ باتیں نیک ظنّی سے دیکھی جاویں۔ کاش! مَیں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا دنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔ یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں۔ اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچا لو گے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہار بھی ہے۔ اور تم سے ایک حصہ بھی اصلاح پذیر ہوگا تب بھی رحم کیا جائے گا ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دے گا۔ نادان بدقسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں۔ ہائے! وہ کیوں اس قدر سوتا ہے آفتاب تو نکلنے کو ہے۔''

(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۸۰-۸۱)